## تنزیلہ ریاض

# داستانِ دل

مہر کو کہانیاں سننے کا بے حد شوق ہے۔ اسکول کے فینسی ڈریس شو میں وہ شہزادی راپنزل کا کردار ادا کر رہی ہے' اس لیے اس نے اپنے پاپا سے خاص طور پر شہزادی راپنزل کی کہانی سنانے کی فرمائش کی۔ کہانی سناتے ہوئے اسے کوئی یاد آجاتا ہے' جسے وہ راپنزل کہا کرتا تھا۔

نینا اپنے باپ سے ناراض رہتی ہے اور ان کو سلام کرنا بھی گوارا نہیں کرتی' وہ ابا سے جتنی نالاں اور متنفر رہتی' لیکن ایک بات حتمی تھی کہ ای سے اسے بہت محبت تھی' لیکن اسے محبت کا مظاہرہ کرنا نہیں آتا تھا۔ اس کی زبان ہمیشہ کڑوی ہی رہتی۔ نینا اپنے خرچے مختلف ٹیوشن پڑھا کر پورے کرتی ہے۔ اس کی بہن زری ٹیلی فون پر کسی لڑکے سے باتیں کرتی ہے۔

سلیم کی محلے میں چھوٹی سی دکان تھی۔ چند سال پہلے میٹرک کا رزلٹ پتا کر کے وہ خوشی خوشی گھر واپس آرہا تھا کہ ایک گاڑی سے اس کا ایکسیڈنٹ ہو جاتا ہے اور وہ ایک ٹانگ سے معذور ہو جاتا ہے۔ ذہنی بیمار ہونے کی وجہ سے اس کی ماں نے مثبت قدم اٹھاتے ہوئے محلے میں ایک چھوٹی سی دکان کھلوا دی' سلیم نے پرائیویٹ انٹر کر کے بی اے کا ارادہ کیا۔ سلیم کی غزل احمد علی کے نام سے ایک ادبی جریدے میں شائع ہو جاتی ہے' جو اس نے نینا کے ہاتھ بھجوائی تھی۔

صوفیہ کا تعلق ایک متوسط گھر سے تھا۔ وہ اپنی بہنوں میں قدرے دبی ہوئی رنگت کی مالک' لیکن سلیقہ شعاری میں سب سے آگے تھی۔ صوفیہ کی شادی جب کاشف نثار سے ہوئی تو پورے خاندان میں اسے خوش قسمتی کی علامتی مثال بنا دیا گیا۔ کاشف نہ صرف چلتے ہوئے کاروبار کا اکلوتا وارث تھا' بلکہ وجاہت کا اعلا شاہکار بھی تھا۔ کاشف خاندان کی ہر لڑکی اور



Downloaded Fom
Paksociety.com
READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY



Downloaded From paksociety.com

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دوستوں کی بیویوں سے بہت بے تکلف ہو کر ملنا' جو صوفیہ کو بہت ناگوار گزرتا تھا۔ صوفیہ کو خاص کر اس کے دوست مجید کی بیوی حبیبہ بہت بری لگتی تھی۔ جو بہت خوب صورت اور ماڈرن تھی اور اس کی خاص توجہ کاشف کی طرف رہتی۔ حبیبہ کی وجہ سے کاشف اکثر صوفیہ سے کیے ہوئے وعدے بھول جاتا تھا۔ صوفیہ کے شک کرنے پر کاشف کا کہنا تھا کہ یہ اس کا کاروباری تقاضا ہے۔

بی بی جان 'صوفیہ کی ساس کو کاشف سے جھگڑا کرنے سے منع کرتی ہیں 'لیکن صوفیہ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھی اور اکثر و بیشتر کاشف سے بحث کرنے لگتی جو کاشف کو ناگوار محسوس ہوتا۔ صوفیہ پریگننٹ ہو جاتی ہے اور بی بی جان کاشف سے صوفیہ کا خیال رکھنے کو کہتی ہیں۔

شہرین نے ضد کرکے اپنے والدین کی مرضی کے خلاف جاکر سمیع سے شادی تو کرلی 'لیکن پچھتاوے اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ حالانکہ سمیع اسے بہت چاہتا ہے' اس کے باوجود اسے اپنے گھر والے بہت یاد آتے ہیں اور وہ ڈپریشن کا شکار ہو جاتی ہے اور زیادہ تر پلز لے کر اپنے بیڈروم میں سوئی رہتی ہے۔ سمیع نے اپنی بیٹی ایمن کی دیکھ بھال کے لیے دور کی رشتہ دار اماں رضیہ کو بلالیا جو گھر کا انتظام بھی سنبھالے ہوئے تھیں۔ سمیع اور شہرین دونوں ایمن کی طرف سے لاپروا ہیں اور ایمن اپنے والدین کی غفلت کا شکار ہو کر ملازموں کے ہاتھوں پل رہی ہے۔ اماں رضیہ کے احساس دلانے پر سمیع غصہ ہو جاتا ہے اور ان کو ڈانٹ دیتا ہے۔ شہرین کے بھائی بہن راستے میں ملتے ہیں اور سمیع کی بہت بے عزتی کرتے ہیں۔

اب آگے پڑھیے

Downloaded from Paksociety.com

## چھٹی قسط

"نمنا باجی چپلی کباب اس کی امی نہیں بنا رہیں بلکہ میری امی بنا رہی ہیں اور یہ بات اسے میں نے ہی کہی تھی کہ امی نے کہا ہے پڑھنے کے بعد آپ کے لیے کباب لے جاؤں۔" برکت روہانسا ہو کر بولا۔ نمنا کو مزید ہنسی آئی جسے اس نے چائے کے کپ کی آڑ میں چھپایا تھا۔ زری بھی پاس آکر بیٹھی ہی تھی۔ اس نے اپنی ہنسی روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"حمزہ کے بچے، بہت چالاک ہو گئے ہو۔ کسی دن بہت پٹائی کروں گی میں تمہاری۔ چلو اپنی کتاب کھولو اور پڑھنا شروع کرو۔" نمنا نے ٹوکا تھا' پھر وہ برکت کی طرف متوجہ ہوئی۔

"برکت تم جلدی سے آؤ۔ بتاؤ کون سی ایکسرسائز سمجھنی ہے۔ جلدی جلدی سمجھو' پھر اپنے گھر جاؤ۔ اور امی کو بتا دینا میں آٹھ بجے سے پہلے کھانا کھا لیتی ہوں۔ آٹھ بجے سے پہلے کباب لے آنا۔" وہ اس کی جانب انگلی کرکے بولی۔ اسی دوران امی بھی آکر ان کے پاس بیٹھ گئی تھیں۔

"آٹھ بجے کے بعد آؤ تو زیادہ لے کر آنا' کیونکہ آٹھ بجے میرے ابا آجاتے ہیں اور میری امی کھانے کی سب اچھی چیزیں ان کو دے دیتی ہیں۔ سمجھ گئے نا۔" یہ بات امی کو چڑانے کے لیے کہی گئی تھی۔ امی کچھ چپ چپ سی تھیں اور یہ محسوس کرکے ہی اس نے امی کو ہنسانے کی خاطر کہی تھی لیکن وہ اس کے شرارت بھرے انداز پر صرف مسکرائیں اور وہ بھی لمحہ بھر کے لیے۔ نمنا نے آنکھوں ہی آنکھوں میں زری سے پوچھا بھی کہ امی افسردہ سے کیوں نظر آتی ہیں لیکن اس نے بھی کندھے اچکا دیے۔ وہ برکت کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔ اسے پڑھا کر فارغ ہوئی' پھر حمزہ کو اس کی ایکسرسائز سمجھائی تب تک مغرب کی اذان ہو گئی تھی۔

نمنا کو یاد آیا تھا کہ سلیم نے کہا تھا شام کو رانیہ والا مسئلہ دوبارہ یاد کروا دینا۔ اس نے حمزہ کی نوٹ بک سے ایک صفحہ پھاڑ کر اس پر بڑے حروف تہجی میں "راہنزل" لکھا تھا اور ساتھ ہی سوالیہ نشان بنا دیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سلیم اس لفظ کو دیکھ کر سمجھ جائے گا کہ وہ کیا یاد کروانا چاہ رہی ہے۔ دونوں بچوں کو چھٹی دیے دس پندرہ منٹ ہی ہوئے تھے کہ حمزہ دوبارہ آگیا۔ اس کے ہاتھ میں وہی کاغذ تھا جس پر اس نے بڑا سارا اپنزل لکھ کر بھیجا تھا۔ نمنا نے کھول کر دیکھا۔

"او تیری خیر۔۔۔" اس کے منہ سے پہلا جملہ یہی نکلا تھا۔ سلیم نے اس کاغذ پر راپنزل کے بالکل نیچے ایک بہت ہی خوب صورت اسکیچ بنا کر بھیج دیا تھا۔ سلیم کی ہینڈ رائٹنگ تو پیاری تھی ہی لیکن وہ اسکیچز بھی بہت خوب صورت بنا لیتا تھا۔ اس کاغذ پر اس نے ایک بڑی سی دیوار میں ایک کھڑکی بنائی تھی اور اس میں ایک لڑکی کا چہرہ نمایاں تھا۔ چہرے کے خدوخال پر تو کوئی محنت نہیں کی گئی تھی لیکن اس کی چٹیا سلیم نے بہت خوب صورت بنائی تھی۔ چٹیا اتنی لمبی تھی کہ کھڑکی سے ہوتی ہوئی دیوار کے ساتھ ساتھ کاغذ کے کنارے تک آگئی تھی۔ اس لڑکی کے سر کے اوپر تیر کا نشان بنا کر سلیم نے راپنزل سے بھی بڑا "نمنا" لکھ دیا تھا۔ نمنا کے چہرے پر مسکراہٹ اور شرارت ایک ساتھ در آئی۔ اس نے اسی صفحے کی الٹی سائیڈ پر ایک ہاتھ کا آڑا ترچھا اسکیچ بنایا تھا اور اس پر "فٹے منہ" لکھ کر حمزہ کے ہاتھ واپس بھیجا تھا۔ وہ ابھی کمرے میں آئی ہی تھی کہ اس نے ابا کے کمرے کا دروازہ دھڑام کی آواز کے ساتھ بند ہوتے ہوئے سنا۔ وہ پریشان سی ہو کر باہر نکلی۔ زری اس سے بھی پہلے کچن سے نکل کر آگئی تھی۔

"کیا ہوا؟" وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔ نمنا نے کندھے اچکائے۔

"آج صدیق کیوں نہیں آیا؟" اس نے فون پر کاشف سے شکایت، گلہ اور سوال ایک ساتھ کرتے ہوئے ڈرائیور کی بابت پوچھا تھا۔

زرمین سوا سال کی ہو چلی تھی اور صوفیہ دوبارہ امید سے تھی۔ اس بار پریگننٹ ہو کر اس کی چھب ہی نرالی تھی۔ وہ بے حد نکھر گئی تھی اور رنگ روپ میں واضح فرق آیا تھا جبکہ زرمین کی دفعہ وہ بہت بھدی اور بدمزاج ہو گئی تھی۔ اب کی بار وہ بہت خوش دکھائی دیتی تھی۔ بی بی جان اور اس کی بہنوں بھائیوں کا خیال تھا کہ وہ اس بار ضرور ہی بیٹے کی ماں بنے گی۔ وہ ذہنی طور پر بہت مطمئن ہو چلی تھی کیونکہ کاشف اب مکمل طور پر اس کا تھا۔ حبیبہ تو قصہ پارینہ ہو گئی تھی۔ پہلے خاندان برادری کی شادیوں یا تقریبات میں وہ اس کے ہمراہ جاتا تھا تو اپنی دور پار کی کزنز کے ساتھ بے تکلفی سے باتیں کرتا ہوا بھی صوفیہ کو الجھن میں مبتلا کرتا تھا لیکن اب صورت حال بدل گئی تھی۔ اس کے اندر ذمہ داری پیدا ہو گئی تھی۔ اور وہ کچھ سنجیدہ طبیعت ہو گیا تھا۔ اس کی کاروباری مصروفیات نے اسے خاندان سے کسی قدر دور بھی کر دیا تھا۔ اب بی بی جان اور صوفیہ زیادہ تر تقریبات میں اس کے بغیر ہی شرکت کیا کرتی تھیں۔ اس ساری صورت حال سے صوفیہ بے حد مطمئن تھی جس کی وجہ سے وہ بہت ترو تازہ اور نکھری ہوئی دکھائی دیتی تھی۔

"نہیں آیا کیا۔۔۔؟" کاشف جواب دینے کی بجائے سوال کرنے لگا۔

"یہی تو میں پوچھ رہی ہوں کہ نہیں آیا کیا؟" صوفیہ ہنسی تھی۔ یہ اس کی عجیب عادت تھی۔ سوال کو دوہرا کر پوچھتا ضرور تھا۔

"ابھی تک نہیں آیا تو اس کا مطلب آج چھٹی کر لی ہے اس نے۔ شاید کوئی مسئلہ ہو گیا ہو گا۔ اب کیا کرو گی، تم۔۔۔ کیسے جاؤ گی؟" کاشف کی اطمینان بھری آواز سنائی دی تھی اس نے اپنی خالہ کی طرف جانا تھا۔ اس کی ایک بھابھی اس کی خالہ کی بیٹی تھیں۔ وہ آج کل اپنے میکے آئی تھیں۔ وہ صوفیہ اور بی بی جان سے آکر مل گئی تھیں اب



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

بی بی جان چاہتی تھیں کہ صوفیہ اور وہ خود خالہ کے گھر جائیں اور اس کی بھابھی کو باقاعدہ کھانے کی دعوت دیں۔ صوفیہ کو بی بی جان کی یہ وضع داریاں خوب بھاتی تھیں۔ اس لیے وہ خوشی خوشی اپنا بہترین لباس زیب تن کیے زرمین کو بھی اچھے طریقے سے تیار کرنے کے بعد گھر پر ڈرائیور کا انتظار کر رہی تھی جو بارہ بج جانے کے بعد بھی نہیں آیا تھا۔ صوفیہ کو خوشی اس بات کی تھی کہ اب کاشف کو خود آکر انہیں لے جانا پڑے گا۔ شوہر کے ساتھ جانے میں جو عزت افزائی ملتی تھی وہ اسے ہر چیز سے زیادہ پسند تھی۔"

"آپ بتائیں۔ اب کیا کروں؟ وہ اسی کے انداز میں بولی۔"

"میرا خیال ہے آج کا پروگرام ملتوی کر دو۔ کل چلی جانا۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ صوفیہ نے اس کی بات کاٹی۔

"جی نہیں۔ میں اب تیار ہو چکی ہوں۔ بی بی جان بھی منتظر بیٹھی ہیں۔ زرمین بھی اپنا نیا فراک پہن کر خوشی سے پھولی نہیں سما رہی۔ ہمیں آج ہی جانا ہے۔" وہ اٹھلا کر بولی تھی۔

"اچھا۔۔۔" اس کی پرسوچ آواز ابھری تھی۔

"چلو میں ایسا کرتا ہوں اپنے اسٹاف میں سے کسی کو ڈرائیور کے طور پر بھیج دیتا ہوں۔" اس نے اتنا کہا تھا کہ صوفیہ نے اس کی بات کاٹ دی۔

"آپ خود آجائیں نا۔ خالو جان بھی آپ سے مل کر خوش ہو جائیں گے۔ کافی پسند کرتے ہیں آپ کو۔"

"ارے میں کوئی فارغ بیٹھا ہوں۔ دکان داری کا وقت ہے۔ کسٹمرز کا آنا جانا لگا ہے۔ میں کیسے آسکتا ہوں؟" وہ سمجھانے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"ہم کون سا روئی کاتنے جا رہے ہیں۔ سمجھیں یہ گئے اور یہ آئے۔ انہیں کھانے کی دعوت ہی تو دینی ہے۔" صوفیہ کا اصرار جاری تھا۔

"اچھا۔۔۔ میں ایک گھنٹے تک دیکھتا ہوں۔" اس نے اتنا کہا اور ابھی صوفیہ نے اپنی گرم جوشی کا اظہار بھی نہیں کیا تھا کہ اس کی سماعتوں نے اگلا جملہ سنا۔

"او ہو یار۔ میری گاڑی تو ورکشاپ میں ہے۔ سروس کے لیے چھوڑ کر آیا تھا۔"

"نواب کاشف صاحب آپ کے پاس کون سی ایک ہی گاڑی ہے۔ آپ کے آفس میں تین تین گاڑیاں کھڑی ہوتی ہیں۔" وہ اٹھلا کر بولی تھی۔ یہ احساس کہ وہ ایک رئیس آدمی کی بیوی تھی نے اسے اتراہٹ میں مبتلا کرنا شروع کر دیا تھا۔

"وہ میرے اسٹاف کے لیے ہیں جناب اور شادی کو اتنا عرصہ گزر گیا' تمہیں ابھی تک یہ پتا نہیں چلا کہ نواب کاشف صاحب کسی کی گاڑی ڈرائیور نہیں کر سکتے۔" وہ بولا تھا۔

"کیوں بھئی؟" صوفیہ کو واقعی اس بات کا نہیں پتا تھا۔ کاشف ہنسا۔

"میں یہ بے وفائی نہیں کر سکتا یار۔"

"یہ کیسی عجیب ڈیل ہے۔" صوفیہ بھی ہنسی تھی۔

"ڈیل نہیں میری فطرت ہے یہ۔۔۔" اور اپنی گاڑی کے علاوہ میں کوئی اور گاڑی ڈرائیو کروں تو مجھے بے چینی ہونے لگتی ہے کہ جیسے میں کچھ غلط کر رہا ہوں۔ اس نے لاچاری بھرے لہجے میں کہا پھر مزید وضاحت کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"مجھے یہ اچھا نہیں لگتا۔ میں کسی دوسرے کی کسی چیز کے ساتھ کمفرٹیبل نہیں رہتا۔ میں نے کبھی کسی کی کوئی چیز استعمال نہیں کی۔ کسی کا کپڑا نہیں پہنا۔ کسی کے بستر پر نیند بھی نہیں آتی مجھے۔ حتیٰ کہ میں اسکول میں بھی کسی کی پنسل' ربڑ یا بال پوائنٹ استعمال کرتے ہوئے بھی کتراتا تھا۔ مجھے اچھا نہیں لگتا۔" صوفیہ نے گہری سانس



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بھری۔ اپنے شوہر کی ان نزاکتوں سے تو واقف تھی وہ۔ اتنے عرصے میں وہ بھی اس کے ساتھ اپنے سسرال یعنی صوفیہ کے میکے جا کر ایک دن بھی نہیں ٹھہرا تھا۔ کھانے کی میز پر بھی وہ اپنی مخصوص کرسی کے علاوہ کسی اور کرسی پر بیٹھتے ہوئے جھنجلا جاتا تھا۔

"اس لیے میری جان میری مجبوری کو سمجھو۔ اور پلیز آج کا پروگرام ملتوی کردو۔" وہ منت بھرے لہجے میں بولا۔

صوفیہ اس کے انداز پر پگھل ہی گئی۔

"میں دراصل خالہ کو فون کر چکی ہوں۔ بی بی جان کی آمد کا بھی بتایا تھا انہیں۔ اب وقت ایسا ہے کہ مجھے خدشہ ہے وہ کھانے کا اہتمام نا کر کے بیٹھی ہوں۔ اس لیے مناسب نہیں لگتا کہ اب عین وقت پر ان کو انکار کروں۔" وہ مجبور ہو کر بولی تھی۔ کاشف نے ہنکارا بھرا۔

"ہاں ہاں... پھر تو ضروری ہی جاؤ بھئی' یہ منظور نہیں ہمیں کہ کوئی ہماری زوجہ کو بد تہذیب سمجھے۔" وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"آپ بھجوا دیں گاڑی بمع ڈرائیور کے۔ ہم انتظار کر رہے ہیں۔" صوفیہ نے ہامی بھری۔

"حکم کی تعمیل ہوگی مادام۔ بس واپسی ذرا ہمارے گھر آنے سے پہلے ہو جائے تو فدوی سدا زندگی آپ کا غلام رہے گا۔" وہ شرارت بھرے لہجے میں التجا کر رہا تھا۔ صوفیہ نے ہنستے ہوئے فون بند کر دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"امی میں جا رہی ہوں۔" اس نے سر پر دوپٹے کا سرا رکھتے ہوئے بیگ اٹھایا تھا اور پھر کچن کی جانب منہ کر کے


ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے 4 خوبصورت ناول

میرے خواب لوٹا دو

نگہت عبداللہ
قیمت -/400 روپے

کسی راستے کی تلاش میں

میمونہ خورشید علی
قیمت -/350 روپے

شریک سفر

زہرہ ممتاز
قیمت -/550 روپے

ساری بھول ہماری تھی

راحت جبیں
قیمت -/300 روپے

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37، اردو بازار، کراچی
فون نمبر: 32735021





READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

خدا حافظ کہنا چاہا تھا۔ امی نے جواب نہیں دیا تھا لیکن کھٹ پٹ کی آوازیں آرہی تھیں اور اسے اندازہ تھا امی کچن میں ہیں۔ وہ ان کے بیڈ روم کی جانب دیکھ کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی کچن کی طرف آئی۔ اسے اور زری دونوں کو اندازہ تھا کہ امی کا مزاج کچھ ٹھیک نہیں ہے اور پھر رات کو بھی ابا کا انداز دیکھ کر تصدیق ہوگئی تھی کہ وہ کسی بات پر برہم ہیں۔

امی اور ابا نے کھانا بھی نہیں کھایا تھا حالانکہ زری گرم کرکے کمرے میں بھی لے گئی تھی لیکن ابا نے تو دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا اور امی نے ٹرے پکڑ تو لی تھی لیکن آدھ گھنٹے بعد وہ ٹرے کچن میں جوں کی توں رکھ گئی تھیں۔ ان کے والدین کی لڑائی ایسی ہی ہوتی تھی اور یہ بات وہ دونوں بہنیں بچپن سے دیکھتی آرہی تھیں۔ اس کے امی ابا کی عجیب کیمسٹری تھی۔ اس نے ان دونوں کو کبھی زندگی میں بہت زیادہ چیختے چلاتے ایک دوسرے کو کوستے دیکھا یا سنا نہیں تھا۔ ان دونوں کے چہرے اور انداز ہی جتا دیا کرتے تھے کہ کوئی گڑبڑ ہے۔ ابا کو جب بھی غصہ آتا تھا ان کا چہرہ تن جاتا تھا۔ اور ناک پھول ہوئی رہتی تھی۔ جب جب ابا کا مزاج بگڑتا تھا امی کا کھانا پینا بالکل بند ہو جاتا تھا۔ ابا کی پیشانی پر ایک تیوری امی کی آنکھوں سے کم از کم ایک لیٹر آنسوؤں کی صورت میں بہتا تھا۔ گھر میں سناٹے کا راج ہو جاتا۔ امی بوتل کے جن کی طرح گردن جھکائے ابا کے احکامات پر بھیگی آنکھوں کے ساتھ عمل درآمد کرتی نظر آتی تھیں اور ابا بدمزاج غصیلے انسان کی طرح اینٹھے اینٹھے نظر آتے تھے مگر ایک یا دو دن بعد سب کچھ خود بخود ٹھیک ہو جاتا تھا۔ امی بھول جاتی تھیں کہ انہوں نے رو رو کر اپنی کتنی انرجی ضائع کی تھی یا وہ ابا کی کسی بات پر خفا تھیں جبکہ نینا کو اس صورت حال سے سخت چڑ تھی۔

اس نے کچن میں جھانکا۔ امی آٹا گوندھ رہی تھیں۔ وہ اندر داخل ہوگئی تھی پھر اس نے بلا ضرورت فریج کھولا' پانی کی بوتل نکالی اور کیبنٹ سے گلاس اٹھاتے ہوئے کن انکھیوں سے امی کو بھی دیکھا۔ حسب توقع ان کی آنکھیں سوجی ہوئی اور ناک سرخ ہو رہی تھی۔

"امی میں جارہی ہوں۔" اس نے دو سپ پانی پیا اور دوبارہ سے انہیں اپنے جانے کے متعلق بتایا تھا۔

"جاؤ۔ جہاں مرضی جاؤ۔ جس کا دل جہاں چاہے جدھر چاہے جاؤ۔ مجھے بخشو سب۔" انہوں نے آٹے والے برتن میں ہاتھوں کی مٹھیاں بنا کر زور زور سے مارتے ہوئے کہا تھا۔ نینا کو امی کا انداز بالکل اچھا نہیں لگا۔

"کیا ہوا۔ کیوں رو رہی ہیں۔" اس نے بہت نرم لہجے میں پوچھا تھا لیکن امی نے مڑ کر اسے غصیلی نگاہوں سے گھورا تھا۔

"جس کی تمہارے جیسی اولاد ہو' اس کے نصیبوں میں رونے کے علاوہ کچھ نہیں لکھا ہوتا۔ جاؤ یہاں سے۔"

"میں نے کیا کر دیا اب جو مجھ سے خوامخواہ ناراض ہو رہی ہیں آپ" وہ ناک چڑھا کر پوچھ رہی تھی۔ امی نے گندھے ہوئے آٹے کو ایئر ٹائٹ باکس میں رکھ کر کیپ لگایا اور پھر جھٹکے سے فریج کا دروازہ کھولا تھا۔ باکس کو اس میں رکھ کر انہوں نے اسے گھورا تھا۔

"کسی نے کچھ نہیں کیا۔ جو کیا ہے میں نے کیا۔ میں نے ہی تربیت کی ہے تم لوگوں کی ایسی کہ ماں باپ کو زمانے بھر میں ذلیل کراؤ۔ جی بھر کر کرواؤ۔" وہ تنک کر بولی تھیں۔

"مگر پتا تو چلے کہ ہوا کیا ہے؟" وہ نرم لہجے میں پوچھ رہی تھی۔ امی کے آنسو اس کے دل پر براہ راست وار کرتے تھے۔ اسے یاد بھی نہیں آرہا تھا کہ اس سے غلطی کیا ہوئی جو امی اسے اس طرح جلی ہو کر رہی ہیں؟

"تم جاؤ یہاں سے۔ کہا نا کچھ نہیں ہوا۔" وہ اسی انداز میں بولیں۔ نینا کا صبر بھی بس اتنا ہی تھا۔

"اچھا نا سہی۔ جارہی ہوں میں۔ مجھے پہلے ہی اندازہ تھا کہ آج سارا دن گھر میں یہی اسٹار پلس کا ڈرامہ چلتا رہے گا۔ لیکن امی یاد رکھیے گا آپ کے یہ دو دو لیٹر آنسو ابا جیسے آدمی پر ضائع کرنے کے لیے نہیں تھے۔ ان کو بچا کر



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

رکھیے۔ ابا کے علاوہ بھی اور لوگ ہیں آپ کے ارد گرد جن کے لیے یہ آنسو بہائے جاسکتے ہیں۔" وہ سیڑھیوں کی طرف جاتی ہوئی بولی تھی۔ امی کا پارہ مزید چڑھ گیا۔

"اللہ کرے نینا تو مر ہی جائے۔ سکون ہو جائے گا میری جان کو۔ ذلیل کر کے رکھ دیا ہے تیری حرکتوں نے مجھے۔ نا مرتی ہے نا جان چھوٹتی ہے۔" امی اس کے عقب سے چلا کر بولیں۔ وہ تن فن کرتی سیڑھیاں اتری تھی اور وہ دیوان پر بیٹھ کر پھر سے رونے لگی تھیں۔

☼ ☼ ☼

"عجیب سسٹم ہے ہمارے گھر کا بھی۔" زری نے توے پر پڑے بل دار پراٹھے کا پہلو بدلتے ہوئے یاسیت سے سوچا تھا۔ ابا گھر سے جا چکے تھے اور امی اپنے کمرے میں بند تھیں۔ اسے اندازہ تھا آج سارا دن ایسے ہی گزاریں گی۔ اپنے کمرے میں بند رہیں گی۔ دل چاہے گا تو اٹھ کر آنسو بہاتے ہوئے ابا کی پسند کا کھانا بنائیں گی۔ دل چاہے گا تو اسے مخاطب کر لیں گی ورنہ نہیں۔ جب رات کو ابا آئیں گے اور اگر ان کا غصہ اتر چکا ہو گا ان کا مزاج نارمل ہو گا تو ان کو دیکھتے ہی امی بھی بالکل ٹھیک ہو جائیں گی۔ وہ اپنے اور ان کے لیے معمول کے مطابق ناشتا بنا رہی تھی حالانکہ جانتی تھی کہ ان کو کھلانے کے لیے سخت محنت کرنی پڑے گی۔ اس نے اپنا پراٹھا تو عام گھی سے بنایا تھا لیکن ان کا پراٹھا زیتون کے تیل سے ہلکا سا گریس کیا پھر فریج میں پڑا دو دن پرانا امی کا پسندیدہ بھنڈی گوشت کا سالن نکالا تھا۔ اسے اوون میں رکھا، پھر اپنے لیے بنایا آملیٹ پراٹھا اور چائے کے کپ ٹرے میں سجائے اور پھر اوون کی بیپ بجنے پر اس نے سالن بھی نکالا۔ یہ سب لوازمات لے کر وہ کمرے میں جا رہی تھی کہ پھر کچھ یاد آیا۔ اس نے ٹرے شیلف پر رکھی اور پھر کیبنٹ سے اچار والا جار نکال کر بھی ٹرے میں رکھ لیا۔ امی سالن کے ساتھ اچار بھی شوق سے کھاتی تھیں۔ اور وہ چاہتی تھی کہ امی کچھ نا کچھ کھالیں۔ اس نے اپنی طرف سے ناشتے کی ٹرے کو امی کی مرضی و منشا کے مطابق سجانے کی بھرپور کوشش کی تھی وہ سب لے کر امی کے کمرے میں آ گئی۔

"امی آئیں ناشتا کر لیں۔ آج تو ٹی وی بھی نہیں لگایا آپ نے۔ کون آیا ہے آج مارننگ شو میں۔" اس نے روز کے انداز میں مرکزی تپائی پر ٹرے رکھی اور ٹی وی لگا لیا۔ امی دروازے کی طرف پشت کر کے لیٹی تھیں۔ انہوں نے کچھ جواب نہیں دیا تھا زری نے ٹی وی آن کرنے کے بعد ان کا پسندیدہ چینل لگایا پھر کھڑکی کے پردے ہٹا کر وہ ان کے بستر کی طرف آ گئی۔ "تم نے نا امی۔ رات بھی کچھ نہیں کھایا تھا" وہ بہت قریب سے بولی تھی۔

"جاؤ زری یہاں سے۔ کر لو ناشتا۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔ میری چائے رکھ جاؤ بس میز پر۔" انہوں نے بازو آنکھوں پر رکھا ہوا تھا لیکن آواز گلوگیر ہو رہی تھی۔ زری کو سخت رنج ہوا "امی ناشتے سے کیا لڑائی ہے آپ کی۔ کچھ تو کھالیں ورنہ شوگر لو ہو جائے گی۔ پلیز اٹھ جائیں۔" اس نے ان کے سر کے نیچے بازو رکھ کر انہیں کسی مریضہ کی طرح اٹھا کر بٹھانے کی کوشش کی تھی۔

"اچھی بات ہے لو ہو جائے۔ مر جاؤں گی تو ان مصائب سے جان تو چھوٹ جائے گی نا۔" امی بہت آرام سے اٹھ کر بیٹھی تھیں اور روتے ہوئے بولی تھیں۔

"اللہ نا کرے امی۔ کیسی باتیں کر رہی ہیں صبح صبح۔ چلیں اٹھیں۔ ہاتھ منہ دھو کر فریش ہو کر آئیں۔ اتنا خستہ پراٹھا بنایا ہے میں نے آپ کے لیے۔" زری لاڈ سے بولی تھی۔ امی نے ہتھیلیوں کی پشت سے آنکھیں صاف کیں۔

"زری مجھے بھوک نہیں ہے بیٹی۔ تم کھالو۔ میں چائے پی لیتی ہوں۔" امی نے عاجز ہو کر کہا تھا۔ زری کا خلوص انہیں مزید دکھی کر گیا تھا۔ نینا اور اس میں کتنا فرق تھا۔



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"امی آپ کھائیں گی تو میں کھاؤں گی۔ آپ اٹھیں فریش ہو کر آئیں۔ پھر مجھے بتائیں کہ مسئلہ کیا ہے۔ ابا کیوں ناراض ہیں۔" اس نے ریموٹ اٹھا کر چینل تبدیل کرنے شروع کیے تھے۔ امی بھی اس کے اصرار پر اٹھ گئی تھیں اور پھر چند لمحوں میں فریش ہو کر آگئی تھیں۔ زری کو دوبارہ کہنا نہیں پڑا تھا۔ وہ رات سے بھی بھوکی تھیں اور بھوک تو انہیں لگ ہی رہی تھی۔ پراٹھا اور بھنڈی کا سالن ان کو ویسے بھی مرغوب تھا۔ ناشتے کی خوشبو اور بیٹی کے اصرار نے 'زری نے ہمیشہ انہیں ایک جذباتی سہارا فراہم کیا تھا۔ انہوں نے زری کے کہے بنا ہی کھانا بھی شروع کر دیا تھا۔ زری بھی سکون سے ٹی وی پر میک اپ کے متعلق کوئی پروگرام دیکھتے ہوئے اپنا ناشتا ختم کرنے لگی تھی۔ چائے کا کپ ہاتھ میں آیا تو امی کافی پر سکون ہو چکی تھیں۔"

اب بتائیں کہ کیا ہوا ہے۔" اس نے ان کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"کچھ نہیں۔ بس تمہارے ابا کبھی کبھی بلاوجہ..." انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔ زری نے دوسرا سوال نہیں کیا لیکن وہ ان کے چہرے کی طرف دیکھتی رہی تھی۔ اسے پتا تھا امی بالآخر اسے بتا ہی دیں گی۔ اسے لگتا تھا جیسے اس بات کا تعلق نیناسے ہی ہے۔

"تمہارے ابا کہہ رہے ہیں میں آپا سے سلیم اور نینا کے رشتے کی بات کروں۔" امی نے بالآخر اگل دیا تھا۔ زری جتنی حیران ہوئی اس سے زیادہ حیران ہونے کی اداکاری کی۔ نینا نے اگر اس کے سامنے سلیم کے متعلق اعتراف نا کیا ہوتا تو شاید اسے زیادہ شاک لگتا۔

"انہیں نینا کی سلیم کے ساتھ حد درجہ بے تکلفی کی وجہ سے غلط فہمی ہو گئی ہے کہ..." وہ چند لمحے خاموش رہیں۔ بیٹی کی سامنے مناسب الفاظ تلاش کرنا بھی بڑی ہمت کا کام تھا۔

"انہیں شک ہو گیا ہے کہ نینا اور سلیم کے درمیان کچھ سلسلہ ہے۔" انہوں نے لاچار لہجے میں اگل ہی دیا پھر یہ سوچ کر کہ بیٹی کو باپ سے متنفر نہیں کرنا بعجلت اگلا جملہ بولا۔

"ان کا بھی کیا قصور ہے بھلا۔ کوئی بھی باپ وہم کا شکار ہو ہی سکتا ہے یہ سب دیکھ کر۔ بتاؤ اسے خط لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ انہوں نے بچے کے ہاتھ میں وہ پرچی دیکھ لی۔ تب سے آگ بگولا ہوئے ہیں۔ پہلے ہی ناراض رہتے ہیں کہ اسے کیا ضرورت ہے صبح شام اس کی دکان پر حاضری دینے کی۔ اور پھر خود بتاؤ سیڑھیوں چبوتروں پر بیٹھ کر بلاوجہ ہی ہو ہو کرتے رہنا کوئی مناسب بات ہے کیا۔ کسی کو بھی غلط فہمی ہو سکتی ہے۔ تمہارے ابا اسی بات پر ناراض ہیں۔ اب وہ چاہتے ہیں کہ میں آپا سے آج ہی بات کروں کہ وہ نکاح کر کے لے جائیں اسے۔ تمہارے ابا اتنے غصے میں تھے کہ کہہ گئے ہیں ایک مہینے کے اندر اندر اسے رخصت کر دیں گے۔ سب کچھ اس نینا کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس نے مجھے باپ کے سامنے شرمندہ کروا کر رکھ دیا ہے۔ تم ہی کہو کیسے دور کروں میں ان کی غلط فہمی" وہ سب بتاتے ہوئے روئی تو نہیں تھیں لیکن لہجہ بھیگا ہوا تھا۔ زری نے سرہلایا پھر جھجک کر بولی۔

"امی کیا پتا یہ غلط فہمی نا ہو۔ میرا مطلب... نینا کی سلیم کے ساتھ..." وہ کچھ کہتی کہتی رک گئی تھی۔

"میرا مطلب انڈر اسٹینڈنگ تو ہے دونوں میں۔ یہ تو حقیقت ہے۔" اسے مناسب لفظ مل گیا تھا۔ امی نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

"زری اس نے کبھی کچھ کہا تم سے اس بارے میں۔" زری نے فوراً" نفی میں سرہلایا۔ ہاں کہہ دینے کی صورت میں نینا نے اس کا سر پھاڑ دینا تھا۔

"اس نے کچھ نہیں کہا۔ لیکن امی مجھے لگتا ہے وہ سلیم کو پسند تو کرتی ہے۔ آپ خود دیکھیں نا اس کے ساتھ جتنی فرینک ہے اتنی کسی کے ساتھ نہیں ہے۔" اس نے بعجلت کہتے ہوئے اپنا موقف واضح کیا تھا۔ امی نے سر جھٹکا۔



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

"اس بات سے کون کمبخت انکار کر رہا ہے کہ وہ اس سے بہت زیادہ بے تکلف ہے۔ اگر کسی سے ہنس کر بات کرلیتی ہے تو وہ سلیم ہی ہے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں اپنی بہن سے رشتہ مانگنے چل پڑوں۔ ان کا تو جوڑ ہی نہیں ہے کوئی۔" وہ اکتا کر بولی تھیں۔ زری نے سر ہلایا پھر جب بات سمجھ میں آئی تو فوراً" بولی۔

"امی ویسے سلیم اچھا لڑکا ہے۔ خیال رکھنے والا۔ تمیز دار ہے۔ اب اس کے ساتھ جو حادثہ ہوا اس میں اس کا کیا قصور۔ یہ تو کسی کے ساتھ بھی ہو سکتا تھا نا۔ وہ کیوں ناپسند ہے آپ کو۔" اس نے ایک اور سوال پوچھا تھا۔ امی کے چہرے کے تاثرات مزید اکتاہٹ کا شکار ہوئے۔

"میں کیوں ناپسند کروں گی۔ میری بہن کی اولاد ہے۔ مجھے اپنی اولاد کی طرح پیارا ہے۔ ناپسند تمہارے ابا کو ہے۔ بلکہ سخت خار کھاتے ہیں اس سے۔ اور نینا یہ بات جانتی ہے لیکن پھر بھی جان بوجھ کر انہیں غصہ دلانے کی غرض سے یہ سب کرتی ہے۔ مجھے کتنی باتیں سننی پڑی ہیں اس کی وجہ سے۔ کہتے ہیں یہ کیسی تربیت کی ہے بیٹی کی تم نے۔ تمہاری ناک کے نیچے خط و کتابت ہو رہی ہے اور تم سوئی ہوئی ہو جیسے۔ اب بتاؤ میں بولوں بھی تو کیا بولوں۔" امی کی آنکھوں سے پھر پانی ٹپکا تھا۔

"وہ خط وط نہیں تھا امی۔ میں وہیں بیٹھی تھی۔ اپنی کسی اسائنمنٹ کے سلسلے میں حمزہ کی نوٹ بک سے کچھ پھاڑ کر کچھ پوچھ رہی تھی وہ اس سے کچھ۔" زری نے صفائی دینے کی کوشش کی۔

"دیکھو زری' خط تھا یا نہیں تھا۔ جو بات غلط ہے وہ غلط ہے۔ لڑکیوں کو ایسے کام نہیں کرنے چاہییں جن سے ان کی حرمت پر نقطہ برابر بھی حرف آئے۔" ان کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ زری کے موبائل پر بیپ بجی تھی اور پھر بجتی چلی گئی تھی۔ واٹس ایپ مسیج موصول ہو رہے تھے۔ اسے یکدم شرمندگی سے محسوس ہوئی۔ اسے لگا امی نینا کو نہیں اسے اشاروں میں کچھ کہہ رہی ہیں۔ اس نے سیل فون اٹھا کر اس کی بیپ بند کردی تھی۔

"امی آپ اسے ایک بار پیار سے سمجھا دیں نا۔ آپ سمجھائیں گی تو وہ سمجھ جائے گی۔" اپنی شرمندگی کو کم کرنے کی خاطر اس نے مشورہ دیا تھا۔

"پیار سے خاک سمجھتی ہے وہ۔ اسے پتا چل گیا نا کہ اس کے باپ نے سلیم کے ساتھ بے تکلف ہونے سے منع کیا ہے تو یقین کرو۔ تین وقت کھانا بھی اس کی دکان پر بیٹھ کر کھانا شروع کردے گی۔" امی بے زار کن لہجے میں بولی تھیں۔ زری نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ ہنکارا بھر کر سیل فون اور برتن اٹھا کر باہر نکل آئی تھی۔

Downloaded Fom
Paksociety.com

☼ ☼ ☼

سالگرہ والا دن ایک یادگار دن تھا۔ شاید کبھی نا بھولنے والا۔

وہ ایمن کی سالگرہ تھی اور راپنزل اس کی سالگرہ والے دن ہر چیز پر حاوی تھی۔

ہال کی پوری دیوار پر وال اسٹیکر چسپاں تھا جس میں بھوری بھوری اینٹوں والا وہ قلعہ خوب نمایاں ہو رہا تھا۔ پوری دیوار کے ساتھ اتنی بڑی تصویر لگانے سے پورا ہال ہی کچھ مختلف مگر خوب صورت لگنے لگا تھا۔ اسٹیکر بنواتے وقت تصویر کے رنگوں کو بہت شوخ کر کے پرنٹ کروایا گیا تھا۔ جو دیکھنے میں بہت بھلے لگ رہے تھے۔ قلعے کی کھڑکی بھی خوب بڑی کر کے بنائی گئی تھی اور اس میں موجود لڑکی کے فراک اور اس کے لمبے بالوں کا رنگ بہت گہرا کیا ہوا تھا۔ اس کے بال بالکل زمین تک آرہے تھے اور پہلی نظر میں صرف بال ہی تھے جو ساری دیوار پر بکھرے نظر آتے تھے۔ اس کے چہرے پر ایمن کے چہرے کی بڑی سی تصویر بالخصوص فوکس کر کے لگائی گئی تھی۔ دیوار پوری طرح سج گئی تھی اور اس کے علاوہ بھی پورے ہال میں یہی تھیم نمایاں تھی۔ ڈسپازیبل کپس' پلیٹس' کیپس اور گدی



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

عکس پر بھی یہی کردار نمایاں تھا۔
ایمن کا فراک خوب گھیر دار اور لمبا تھا جو اس کے پاؤں تک آرہا تھا۔ اس کے اپنے بال بھی لمبے تھے لیکن راپنزل کا گیٹ اپ دینے کے لیے اس کو مصنوعی بالوں کی چٹیا بھی لگائی ہوئی تھی۔ شہرین نے اسے باقاعدہ پارلر سے تیار کروایا تھا۔ اس چار سالہ بچی نے اتنی گید رنگ پہلی مرتبہ دیکھی تھی پھر اس کا لباس اور بال خوب بھاری بنادیے گئے تھے جس کی وجہ سے وہ گھبرائی گھبرائی سی بیٹھی تھی۔ شہرین نے خود نمائی کی حد کردی تھی۔ اس نے ملازمین کی بات کو ذہن پر اتنا سوار کرلیا تھا کہ ایک سالگرہ کی تقریب کرنے کے لیے ہی شادی کے ولیمہ جتنا خرچ کرلیا تھا۔ سمیع کے کولیگز اپنی جان پہچان کے لوگ اور پڑوسیوں کے علاوہ تقریب کے مہمان خصوصی اس کے میکے کے لوگ تھے جنہیں اس نے بہت تاکید اور اصرار کرکے بلوایا تھا۔ سمیع کو اس کی خوشی اس قدر عزیز تھی کہ اس نے چاہتے ہوئے بھی اسے ایسا کرنے سے روکا نہیں تھا لیکن اس نے اپنے گھر والوں کو انوائٹ نہیں کیا تھا۔
اسے پتا تھا کہ فیصل آباد سے اس کے گھر والے کبھی نہیں آئیں گے۔ اسے خدشہ تھا کہ شہرین کی امی اور بہنیں بھی نہیں آئیں گی اور شہرین کو ہونے والے دکھ کا سوچ کر وہ بے چین بھی تھا لیکن توقع کے بالکل برعکس اس کی امی دو بہنیں اور بھابھی اپنے بچوں کے ساتھ پارٹی میں آگئی تھیں۔
جب یہ لوگ آئیں تو پارٹی اپنے عروج پر تھی۔ تمام ہی مہمان آچکے تھے۔ سمیع ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا تھا اور شادی کے ابتدائی مہینوں کے بعد سے اس کی ان سے بات چیت بالکل بند تھی لیکن پھر بھی ان کو دیکھ کر اسے اچھا لگا تھا۔ کیک ان کی آمد کے بعد ہی کاٹا گیا تھا پھر جب سب اپنی اپنی پلیٹ لے کر ادھر ادھر بکھر گئے تو شہرین ایمن کو بطور خاص اپنی امی اور بہنوں کے پاس لے آئی تھی۔
"یہ ایمن تو بالکل تمہارے جیسی ہے شہرین۔" اس کی بھابھی نے ایمن کو دیکھ کر کہا۔ وہ سب ایمن کو پہلی بار مل رہے تھے اور شہرین کی خوشی دیدنی تھی۔ اس نے ایمن کا ہاتھ پکڑ کر اسے بھابھی کے سامنے کیا تھا۔
"ہاں جی۔ سب یہی کہتے ہیں۔" وہ خوشی سے بھرپور لہجے میں بولی تھی۔ یہ بھابھی اس کی خوب صورتی کو ہمیشہ سراہتی آئی تھیں۔ شہرین کو ان کی بات سن کر بہت فخر محسوس ہوا تھا۔
"سب یہی کہتے رہیں گے۔ یہ بالکل تمہارے جیسی ہے اور اس کی عادتیں حرکتیں بھی تمہارے جیسی ہی ہوں گی۔" اس کی بڑی بہن نے طنزیہ انداز میں کہا تھا۔ شہرین نے طنز بھانپ لینے کے باوجود اپنی مسکراہٹ کو بحال رکھا تھا۔
"بیٹیاں ماؤں جیسی ہی تو ہوتی ہیں باجی۔" وہ سہلا کر بولی تھی۔ اس کی امی نے ہنکارا بھرا۔
"کچھ بیٹیاں رنگ روپ تو ماؤں سے لے لیتی ہیں لیکن عادات میں ماؤں پر نہیں پڑتیں۔ تم جتنی خودسر اور ضدی تھیں اتنی تو میری کوئی اور بیٹی نہیں ہے۔"
شہرین نے امی کی بات پر ان کی جانب دیکھا۔ اسے اچھا نہیں لگا تھا۔ وہ سمیع اور اس کی شادی والی بات اور اسی ضمن میں کی گئی ضد کا حوالہ دے رہی تھیں۔ اور وہ جب بھی اس سے ملتی تھیں یہ حوالہ دینا بھولتی نہیں تھیں۔ اس نے مصنوعی انداز میں مسکرانے کے لیے ہونٹ پھیلاتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنے کے ساتھ دعا بھی کی تھی کہ سمیع کہیں قریب نا ہو، لیکن وہ پاس ہی اپنے کولیگ اور ان کی مسز سے باتیں کررہا تھا۔ شہرین کو اس کے چہرے کے بدلتے رنگ صاف نظر آئے تھے۔
"اللہ نا کرے ایسی خودسر کسی کی بیٹی ہو۔ یہ بھی اللہ کی طرف سے بڑی آزمائش ہوتی ہے پھپھو۔" اس کی بھابھی نے ناک چڑھا کر کانوں کو ہاتھ لگائے۔ شہرین کا چہرہ بالکل سپاٹ ہوگیا تھا۔ اپنی اولاد کی خوشی میں اس نے کسی کو بھی کوسنے بددعائیں دینے کے لیے تو نہیں بلایا تھا۔



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"آپ صحیح کہہ رہی ہیں بھابھی لیکن شہرین کی بیٹی تو شہرین سے بھی دو ہاتھ آگے ہوگی۔ ابھی سے تربیت ایسی کررہی ہے شہرین۔ آپ نے دیکھا نہیں اس نے سالگرہ کی تھیم کیسی چنی ہے۔ راپنزل۔" اس کی بہن نے ناک چڑھا کر کہا تھا۔

"یہ تصویر دیکھیں نا ذرا۔۔۔ کمرے کی چار دیواری میں جب کوئی رستہ نہیں نظر آیا تو لڑکی نے اپنی زلفوں سے ہی لڑکا پھنسالیا۔ آنکھ مٹکا کرکے جی نا بھرا تو خوب طریقہ ڈھونڈا کہ اپنی زلفوں سے باندھ کر یار کو کمرے میں بلوالیا۔ واہ واہ۔"

یہ اس کی بھابھی کے الفاظ تھے جو سیسہ بن کر شہرین کے کانوں میں اترے تھے۔ اس بھابھی کے بھائی سے شہرین کی بچپن میں منگنی ہوئی تھی۔ بہت سی نگاہیں ان کی بلند آواز کے باعث ان کی جانب مبذول ہو چکی تھیں۔ راپنزل کی تشریح پر وہی نگاہیں دیوار کی جانب گئی تھیں جس پر سالگرہ کی تھیم کا بڑا سا اسٹیکر چسپاں تھا۔ سمیع کی برداشت اتنی ہی تھی۔ وہ سرخ چہرہ لیے آگے آیا تھا۔

"چپ کریں آپ لوگ۔۔۔ آپ کو ہماری بے عزتی کرنے کے لیے انوائٹ نہیں کیا گیا۔" شہرین کی امی نے اس کی بات کاٹ دی۔

"تم تو چپ ہی رہو چوہدری سمیع صاحب۔۔۔ تم نیچ ذاتوں کو کیا پتا کہ بے عزتی کیا ہوتی ہے۔ جن کی اپنی کوئی عزت ہی نا ہو انہیں اس لفظ کے مطلب بھی کیا پتا ہوں گے۔ تم نے پٹھانوں میں جنم لیا ہوتا تو پتا چلتا کہ عزت کے کہتے ہیں۔ کسی کی بیٹی پر ڈورے ڈالنے والے ہمیں سکھائیں گے عزت کیا ہوتی ہے۔ تم تو دیکھنا تمہارے ساتھ اللہ کیا کرے گا۔ ہر سانس کے ساتھ بددعا نکلتی ہے میرے دل سے تمہارے لیے۔۔۔ یہ چار سال کی ہوئی نا تمہاری اولاد ابھی۔۔۔ چند سال اور گزرنے دو پھر دیکھنا کیسے تمہارے شملے میں تارے ٹانکے گی۔ سارے زمانے میں تمہاری پگڑی نا اچھالی اس نے تو میرا نام بدل دینا۔۔۔ ان شاء اللہ۔۔۔ میری بددعا ہے تجھے شہرین۔۔۔ جیسے میرا دل توڑا تو نے۔۔۔ اپنے باپ کو رسوا کروایا نا۔۔۔ تیری بیٹی بھی یہی کرے گی تیرے ساتھ۔۔۔ بالکل یہی۔۔۔" وہ چلا رہی تھیں۔ شہرین نے ڈبڈبائی آنکھوں سے ان سب کی جانب دیکھا پھر وہ جھول کر پاس پڑے کاؤچ پر گرنے والے انداز میں بیٹھ گئی تھی۔ اس کا سر گھوم رہا تھا اور اس کے کانوں میں سائیں سائیں کی آوازیں آنے لگی تھیں۔

✡ ✡ ✡

"تم مجھ سے شادی نہیں کرو گے۔" حبیبہ نے اپنی ڈرنک والا گلاس ہاتھ میں لے کر اس کی جانب دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"یہ کیسا سوال ہے؟" کاشف مسکرایا تھا۔ ان کے تعلقات کو کافی مہینے گزر چکے تھے اور اس دوران حبیبہ نے پہلے کبھی یہ سوال نہیں کیا تھا۔ وہ ایک دل پذیر میٹھے جھرنے کی طرح اس کی زندگی میں نرمی سے بہتی چلی جارہی تھی یعنی کاشف کا جب دل چاہتا تھا اس میٹھے جھرنے کے پانی سے لطف اندوز ہولیتا تھا اور جب دل چاہتا تھا اس سے کنی کترا کر اپنے معمول کی زندگی گزارنے لگتا تھا۔ اتنے مہینوں میں وہ اتنا تجربہ کار تو ضرور ہو چکا تھا کہ یہ سیکھ لیتا کہ ذہنی سکون اور عیاشی کو کیسے الگ الگ خانوں میں رکھنا ہے۔

اب صوفیہ بے خبر رہنے لگی تھی تو خوش رہنے لگی تھی جس سے گھر کا ماحول بھی پرسکون ہو گیا تھا اور ظاہر ہے اس کا کاشف پر مثبت پڑا تھا۔ گھر بار دونوں طرف بہت سکون ہو گیا تھا۔ راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا لیکن اس ساری صورت حال میں جو سب سے زیادہ ناخوش تھا وہ حبیبہ تھی۔

اسے چند مہینوں میں ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ اس کے لیے نقصان کے سودے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ وہ کاشف



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کی ظاہری شخصیت کی چمک دمک سے متاثر ہوکر اس کی زندگی میں شامل تو ہوگئی تھی لیکن اس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں رہی تھی۔ مجید کی زندگی میں بھی وہ آزادانہ روش والی عورت تھی۔ اب سے نہیں بہت عرصے سے وہ ایک سوشل بٹر فلائی بنے رہنے میں خوش تھی۔ اسے وجیہہ مرد بھاتے تھے ان کی معیت میں وہ بہت خوش رہتی تھی۔ اسے اچھا لگتا تھا جب لوگ اس کے لباس، شخصیت، اس کے حسن کو سراہتے تھے، کمپلی منٹ پاس کرتے تھے، لیکن وہ ایک خوش حال عورت تھی اور ایک مرد کی منکوحہ تھی۔ کسی کی مجال نہیں تھی کہ اس کے سامنے کوئی اس کے لیے کوئی غلط الفاظ استعمال کرے۔ اس کی غیر موجودگی میں کوئی کچھ بھی کہتا، لیکن اس کے سامنے سب اسے سراہتے تھے، اس کی عزت کرتے تھے۔

کاشف کی زندگی میں شامل ہوکر وہ اپنی مرضی کے برعکس زندگی گزار رہی تھی۔ اس کی سوشل لائف ختم ہو کر رہ گئی تھی کیوں کہ ان کے سرکل میں سب جان چکے تھے کہ اس کا اور کاشف کا مخفی افیئر چل رہا ہے۔ وہ خود کو کاشف کی "دوست" بنائے رکھنے میں تو خوش تھی لیکن یہ اسے منظور نہیں تھا کہ لوگ اسے بی گریڈ عورت یا طوائف کہتے اور وہ بھی اس عورت کے مقابلے میں جو شکل عقل میں اس سے بے حد کمتر تھی۔ اسے صوفیہ سے سخت جلن محسوس ہوتی تھی۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ وہ اندر ہی اندر کڑھ رہی تھی اور چونکہ وہ خود کو عام عورتوں سے مختلف قرار دیتی تھی اس لیے اپنے اندر کے حسد جلن اور ذہنی کشمکش کو ظاہر بھی نہیں کرنا چاہتی تھی، لیکن ایک روز وہ یہ بات کر ہی بیٹھی تھی۔

"یہ سوال لگ رہا ہے تمہیں؟" اپنے لہجے میں سادگی شامل کرکے وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ وہ ہلکے نیلے رنگ کی سلیولیس قمیص کے ساتھ سفید چوڑی دار پاجامہ پہنے ہوئے ہمیشہ کی طرح بے حد خوب صورت لگ رہی تھی۔

"اور کیا ہے یہ؟" کاشف نے صوفے پر ذرا سا ترچھا ہوکر اپنا سارا رخ اس کی جانب مبذول کیا تھا۔

"یہ میری رائے ہے۔ مجھے اندازہ ہوگیا ہے کہ تم شادی نہیں کروگے مجھ سے۔" وہ ایسے بات کررہی تھی جیسے اپنے بارے میں نہیں بلکہ کسی اور کے بارے میں بات کررہی ہو۔ کاشف نے فلک شگاف قہقہہ لگایا۔

"شادی بہت بڑی ذمہ داری ہے بھئی اور میں تو پہلے ہی ایسی ایک ذمہ داری کا طوق گلے میں ڈالے ادھ موا ہوا پڑا ہوں۔ میں مزید یہ بوجھ کیسے برداشت کرسکتا ہوں۔ رحم سرکار رحم۔ بندہ عاجز پر اتنا ظلم نہ کریں۔" وہ اسی کے انداز میں، لیکن ہنستے ہوئے بولا۔ حبیبہ ہنسی تو نہیں، لیکن اس کی مسکراہٹ کافی دل نشین تھی۔

"یہ بوجھ، ذمہ داریاں، مسائل، مجبوریاں خوب صورت عورتوں کی ڈکشنریوں میں نہیں ہوتے۔ یہ تو صوفیہ کاشف جیسی عام عورتوں کے دکھڑے ہیں۔ میں بوجھ ڈالنے نہیں بوجھ بانٹنے پر یقین رکھتی ہوں۔"

"اچھا کرتی ہو۔ میں بھی یہی سوچتا ہوں۔"

"تمہاری سوچ کافی ملتی جلتی ہے۔" حبیبہ مسکرائی تھی۔

"صرف سوچ ہی نہیں۔ ہمارے دل بھی ملتے ہیں۔ تب ہی تو سب کچھ بھول بھال کر یہاں تمہارے پاس بیٹھا رہتا ہوں۔ تمہارے ساتھ جتنا وقت گزرتا ہے وہ میری زندگی کا بہترین وقت ہوتا ہے۔" کاشف نے اپنے لہجے میں حتی المقدور سچائی سمو کر اس برے رویے کی تلافی کرنے کی کوشش کی تھی جو شادی جیسے اہم موضوع پر انکار کر کے اس نے حبیبہ کے ساتھ برتا تھا۔

"مجید بھی یہی کہا کرتا تھا۔" حبیبہ نے نہ جانے کتنے دن بعد مرحوم شوہر کو یاد کیا تھا۔ کاشف نے پھر اس کی بات کاٹ دی۔

"کیا بات ہے۔ آج تو پرانی فلمی ہیروئنوں کی طرح بہت جذباتی ہورہی ہو۔ مرحوم شوہر کا ذکر کررہی ہو۔ کہیں



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

مجید کو خواب میں تو نہیں دیکھ لیا تھا رات۔" وہ مذاق اڑا رہا تھا۔

"اتنے ڈراؤنے خواب نہیں دیکھتی میں۔" وہ ناک چڑھا کر بولی۔ کاشف نے پھر بلند و بانگ قہقہہ لگایا تھا۔

"اچھا کرتی ہو۔" وہ اپنی ڈرنک والا گلاس اس کے گلاس سے چھو کر بولا۔

"میں نے ہمیشہ منفرد اور اونچے خواب دیکھے ہیں اور ان خوابوں کو پورا کرنے کے لیے محنت کی عادت بھی ہے مجھے۔" وہ پھر اسی نزاکت بھرے لہجے میں بولی جو اس کا وطیرہ تھا۔ کاشف کی کولڈ ڈرنک ختم ہو چلی تھی۔

"کیا بات ہے۔ آج تو اپنی ہی تعریفیں کیے چلی جا رہی ہو۔" وہ لہجے میں مزاح کا عنصر پیدا کر کے بولا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ وہ اس بے کار کی گفتگو سے بوریت کا شکار ہونے لگا تھا۔

"تم تو میری تعریف کرو گے نہیں..... میں نے سوچا میں ہی کر لوں۔" اب کی بار حبیبہ چاہتے ہوئے بھی اپنے لہجے کی شکستگی چھپا نہیں پائی تھی۔ کاشف نے اس کا ہاتھ تھام لیا پھر نرمی سے اپنی انگلیاں اس کی ہتھیلی پر مسلتا ہوا بولا۔

"بہت قیمتی ہو تم میرے لیے..... تم نے کبھی کلی دیکھی ہے جو کوٹ کے اوپر سجائی جاتی ہے جس سے پورا کوٹ سج جاتا ہے۔ وہ کلی ہو تم میرے لیے..... یہاں پر سجا کے رکھا ہوا ہے تمہیں..... یہاں..... اپنے دل میں۔" اس نے اپنا دوسرا ہاتھ سینے پر رکھا تھا۔ حبیبہ کے چہرے پر مسکراہٹ بڑھی۔

"جب اتنا ہی قیمتی سمجھتے ہو مجھے تو پھر اپنانے سے ڈرتے کیوں ہو۔" وہ سوال پر سوال کر رہی تھی۔ کاشف نے اس کا ہاتھ ابھی بھی نہیں چھوڑا تھا۔

"اپنانا کسے کہتی ہو تم..... تمہیں اپنا ہی تو رکھا ہے۔ گھر میں بیوی بچی کو چھوڑ کر تمہارے پاس بیٹھا رہتا ہوں اور کیا کروں بتاؤ۔" وہ مزید محبت سے اس کے ہاتھ کو سہلانے لگا تھا۔

"تم شادی نہیں کرو گے مجھ سے۔" اس نے وہی بات دہرائی جو وہ دہرانا چاہتی تھی۔

"اب یہ کیا..... سوال یا رائے یا پھر تمہارا اندازہ.....؟" کاشف کے چہرے پر سنجیدگی ابھری تھی۔ حبیبہ نے اس کا چہرہ دیکھا اور پھر دیکھتی رہی۔ ان دونوں کے دل میں کیا چل رہا تھا وہ دونوں ہی اس بات سے ناواقف تھے۔

★ ★ ★

"میں اگر یہ کہوں کہ یہ میرا مطالبہ ہے..... تو.....؟" حبیبہ اب اس کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔ کاشف نے قہقہہ لگایا۔ اتنا اونچا کہ ہر دوسری آواز اس قہقہے کی آواز میں دب کر رہ گئی لیکن یہ ایک بے کار کسی بھی جوش یا حقیقی خوشی سے مبرا قہقہہ تھا کیونکہ جعلی ہمیشہ خالی ہوتا ہے۔

"تو میں یہ کہوں گا کہ جی بھر کر کرو..... یہ تمہارا حق ہے..... آخر حسن والے مطالبے نہیں کریں گے تو کون کرے گا۔" وہ بات کرتا اس کے مزید قریب ہوا۔ حبیبہ کھلکھلا کر ہنسی تھی۔ کاشف کو اللہ نے صرف شکل سے ہی نہیں نوازا تھا۔ وہ گفتگو کے فن میں بھی ماہر تھا۔ اسے بات کو اپنی مرضی کی جانب موڑنا بخوبی آتا تھا۔

"تم میری زندگی کی سب سے قیمتی متاع ہو..... تم مطالبے نہ کیا کرو..... حکم کیا کرو۔" وہ لہجے میں شہد جیسی مٹھاس سمو کر بولا تھا۔ حبیبہ کو بس اسی انداز نے ہی ٹریپ کر رکھا تھا۔ یہ بات فی الوقت دب گئی لیکن چند دن بعد پھر حبیبہ نے یہ موضوع چھیڑ دیا۔ کاشف اکتا کر اس روز اپنے گھر جلدی واپس آگیا۔ حبیبہ اور اس کے درمیان بحث معمول بنتی جا رہی تھی۔ کاشف کے پاس تو اپنے گھر بیوی بچی کا آسرا تھا۔ وہ وقت کو گزار سکتا تھا لیکن حبیبہ کے پاس ایسی کوئی سپورٹ نہیں تھی۔ اس سے وقت کاٹے نہیں کٹتا تھا۔ اسے تو یہ فیصلہ کرنا ہی تھا اور اس نے کر لیا۔

✡ ✡ ✡



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"سلیم کے بچے کتنے وہ ہو نا تم۔" وہ کیمپس سے واپس آئی تو عادت اور روٹین کے مطابق پہلے اس کی دکان پر آئی تھی اور قریب آتے ہی چلائی تھی۔ سلیم نے انجان پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے گردن اچکائی پھر منہ بنا کر بولا۔

"کتنے وہ سے کیا مراد ہے۔ دو در جن ہوں میں۔ خوش؟" وہ استفہامیہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"دو در جن۔۔۔؟" وہ اسی انداز میں چلائی تھی۔

"صحت دیکھی ہے اپنی مسٹر دو در جن۔۔۔ جتنا تمہارا وزن ہے نہ امریکہ اور یورپ میں لوگ اتنے وزن کی بال سے رگبی کھیل لیتے ہیں۔ تمہاری یہ بیساکھی نہ ہو تو شمال سے آنے والی ہوائیں تمہیں اڑا کر جنوب میں پھینک آئیں۔" وہ اسی طرح ناک چڑھا چڑھا کر بولا تھا۔

"اور تم خود تو جیسے شاہدہ منی ہو نا۔۔۔ جتنا تمہارا وزن ہے نا اس سے زیادہ وزن تو ٹنڈولکر کے بلے کا ہو گا۔" وہ بھی اسی کے انداز میں بولا تھا کیونکہ وہ بھی دبلی پتلی ہی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔ اب فلموں اور کرکٹ کی باتیں کر کے یہ مت بتاؤ مجھے کہ تمہاری جنرل نالج بہت اچھی ہے۔ میں یہ بات تب تک نہیں مان سکتی جب تک مجھے اپنے کام کا پتا نہ چل جائے۔" وہ لاجواب ہو کر اپنی ہنسی چھپاتے ہوئے بولی تھی۔

"کون سا کام؟" سلیم نے سوال کیا تھا۔ نینا نے آنکھیں پھیلائیں۔

"تم میرا کام کیسے بھول سکتے ہو۔۔۔ اسی لیے کہا تھا کہ کتنے وہ ہو تم۔" وہ دوبارہ چلا کر بولی۔

"بی بی نینا صاحبہ آپ کوئی ایک کام کہتی ہیں مجھ سے۔۔۔ دن میں ستر بار کام پڑتے ہیں آپ کو مجھ ناچیز سے۔۔۔" اس نے وہیل چیئر کو گھسیٹ کر آگے کیا تھا۔ نینا نے آنکھیں پھیلائیں۔

"احسان جتانے کی بجائے اللہ کا ہزار ہا شکر ادا کیا کرو کہ میں تم سے کام کروا کر تمہیں عزت بخش دیتی ہوں۔ خوش قسمتی ہے یہ تمہاری کہ تم میرے کام آ رہے ہو، ورنہ تمہاری یہ ننھی سی جان اس سڑی ہوئی دکان میں سڑ سڑ کر سیاہ ہو جاتی۔" وہ ہاتھ کاؤنٹر پر مار کر بولی۔

"وہ۔۔۔ مجھے ایک بات بتاؤ۔۔۔ تمہیں میری دکان سے کیا مسئلہ ہے۔۔۔ میری دشمنی میں اس بے چاری کو کیوں گھسیٹ لیتی ہو۔۔۔ جانتی ہو نا کتنی محبت ہے مجھے اس سے۔۔۔" وہ مصنوعی انداز میں چڑ کر پوچھ رہا تھا۔ نینا نے کاؤنٹر پر پڑے ٹافیوں وغیرہ کے ڈبوں میں سے اپنی پسند کی ببل گم نکالی تھی۔

"خدارا۔۔۔ اب مجھے اپنی اور اپنی اس دکان کی عشقیہ داستان نہ سنانا۔۔۔ میں رونا نہیں چاہتی۔" وہ ریپر اتار کر ببل منہ میں رکھ رہی تھی۔ سلیم کو اس کی بات پر ہنسی آئی۔

"اچھا تو تم بتا دو۔۔۔ کیا سننا چاہتی ہو تم؟" وہ بالا خر مدعے پر آ گیا تھا۔

"وہ میرے خالہ زاد بھائی۔۔۔ میرے پرچون کی دکان والے کزن۔۔۔ میری خالہ کے اکلوتے بیساکھی والے بیٹے، تمہیں کل ایک پرچی بھیجی تھی، جس پر راہنزل لکھ کر بھیجا تھا۔ آیا کچھ یاد۔۔۔ وہی پرچی جس پر تم نے پھول بوٹے بنا کر واپس کر دی تھی۔۔۔ اور پھر میں نے۔۔۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بول رہی تھی کہ سلیم نے ہاتھ اٹھا کر اسے چپ کروایا پھر پوچھا۔

"بس۔۔۔ بس۔۔۔ آگیا یاد۔۔۔ راہنزل کا پوچھا تھا نا تم نے؟"

"ہاں جی۔۔۔ رانیہ کا مسئلہ بتایا تو تھا۔" نینا اب کاؤنٹر والے چبوترے سے اتری تھی۔

"رانیہ کو چھوڑو۔۔۔ راہنزل کی بات کرو۔۔۔ کتنا اچھا اسکیچ بنا کر بھیجا تھا میں نے تمہیں۔" وہ اسے اس کی پوچھی گئی بات بتانے کی بجائے اپنی تعریف اپنے منہ سے کرتے ہوئے اترایا تھا۔

"میں نے بھی تو جواباً "کتنا اچھا اسکیچ بنایا تھا۔ اس کی تعریف بھی تو کرو۔" وہ اس کی نقل اتارتے ہوئے بولی۔



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"تم نے تو جواب ہی نہیں دیا۔ اسکیچ تو دور کی بات ہے۔" سلیم نے جتایا۔ نینا نے مصنوعی قہقہہ لگایا۔

"ہاہا... اب تو یہی کہو گے تم۔ اتنا مزے کا جواب، جو دیا تھا میں نے۔" وہ چڑا رہی تھی۔

"کون سا جواب... حمزہ تو واپس ہی نہیں آیا وہ پرچی لے کر۔" سلیم کو یقین تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے، جبکہ اس نے ناک پھلائی۔

"کیا حمزہ کا بچہ واپس نہیں آیا تھا۔ اس کی تو آج میرے ہاتھوں وہ شامت آئے گی کہ یاد رکھے گا۔ شام کو خبر لیتی ہوں اس کی۔" نینا نے بلاوجہ مڑ کر اس سمت میں دیکھا جس طرف حمزہ کا گھر تھا۔ سلیم ایک ثانیے کے لیے کچھ نہیں بولا، پھر اس نے وہیل چیئر کو بالکل کاؤنٹر کے قریب کیا تھا۔

"اچھی بات ہے وہ نہیں آیا... مناسب بھی نہیں لگتا تھا کہ وہ خط یہاں سے وہاں اور وہاں سے یہاں لے کر آتا۔ کوئی دیکھ لیتا تو نہ جانے کیا سمجھتا۔" اس نے بہت ہی دھیمے لہجے میں کہا تھا۔

"ارے اس میں نامناسب کیا ہے۔ وہ کوئی عشقیہ خطوط نہیں تھے۔ ایک عام سی پرچی تھی جس پر صرف ایک لفظ "راہنزل" لکھا ہوا تھا۔" وہ بہت ہی برا مان کر بولی تھی۔ سلیم نے سر ہلایا۔ یہ اس کی عادت تھی۔ وہ بات سمجھے بنا غصہ کر جاتی تھی۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو یار... لیکن لوگ اپنے حساب سے جج کرتے ہیں، اپنے ذہن سے سوچتے ہیں۔ مجھے نامناسب لگا اس لیے میں نے کہہ دیا۔ مجھے اسکیچ بنا کر بھجوا دینے کے بعد احساس ہوا کہ یہ نہیں کرنا چاہیے تھا مجھے۔" وہ اسے نرمی سے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"اوہو... خیر ہے... سارا محلہ مجھے جانتا ہے... اور خیر سے تمہیں بھی سب جانتے ہیں... انہیں پتا ہے کم از کم نینا، سلیم کو لو لیٹر نہیں لکھ سکتی۔" وہ ناک سے مکھی اڑا رہی تھی۔

"اوہو نینا... کیسے کیسے الفاظ استعمال کرتی ہو... لو لیٹر، عشقیہ خطوط... اچھا نہیں لگتا... میں تمہیں کیا سمجھا رہا ہوں اور تم..." وہ پھر اسے ٹوکتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ گیا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے... شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" وہ اب گھر کی سمت ہوئی تھی۔

"اب غصہ کر گئی ہو نا... ویسے تمہارا مزاج بالکل خالو جیسا ہے۔ گھڑی میں تولہ... گھڑی میں ماشہ۔" وہ وہیں بیٹھے بیٹھے بولا تھا۔

"اتفاق سے میں تمہارے خالو کی بیٹی ہوں نا تو مزاج ان ہی سے ملنا تھا۔ اب ڈاکٹر عامر لیاقت سے تو ملنے سے رہا۔" وہ بنا مڑے، بنا اس کی جانب دیکھے بولی تھی اور پھر اپنے گھر کی جانب بڑھ گئی تھی اور اسی لمحے اسے یاد آیا تھا کہ ابا بھی تو اسی وقت گھر آئے تھے جب اس نے وہ کاغذ کی پرچی حمزہ کے ہاتھ واپس بھجوائی تھی۔ سیڑھیوں تک پہنچنے میں وہ دل ہی دل میں اس بات پہ یقین ہو چکی تھی کہ ابا کا موڈ اسی لیے خراب ہوا تھا کہ انہوں نے وہ پرچی دیکھ لی تھی۔ سلیم کو جو بات نامناسب لگ رہی تھی۔ ابا کے لیے تو وہ بات بہت ہی زیادہ بری تھی۔ ہونٹ چباتے ہوئے وہ چند لمحے ایسے ہی دروازے پر کھڑی رہی تھی، پھر عجیب سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی تھی۔

"مزے کی بات ہے... انجوائے کریں ابا... میں بھی یہ ہی کر رہی ہوں۔" پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے اس نے خود کلامی کی تھی۔

☆ . ☆ ☆

"مجھے مجید کی سب انویسٹمنٹ واپس چاہیے۔" حبیبہ نے بالآخر اسے اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیا تھا۔ کاشف



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نے حیران نہ ہونے کی بھرپور اداکاری کی اور اتنے ہی بھرپور طریقے سے ناکام ہوگیا۔
"کیا مطلب؟" وہ یہی سوال کرپایا تھا۔
"میں قطر میں سیٹلڈ ہونے کا پلان بنارہی ہوں۔" حبیبہ نے ہمیشہ کی طرح سادہ مگر لگاوٹ بھرے انداز میں کہا تھا۔
"اچانک۔۔۔ مگر کیوں؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ وہ کافی دن کے بعد حبیبہ سے ملنے آیا تھا اور آتے ہی اسے یہ اطلاع ملی تھی۔ اس کے ذہن میں فوراً" جمع تفریق شروع ہوگئی تھی۔ حبیبہ کے ارادے کے آفٹر میتھس اس نے سوچنے بھی شروع کردیے تھے۔
"یہاں سے جی بھر گیا ہے۔ دل نہیں لگتا میرا اب یہاں۔" حبیبہ نے کہا تھا۔ اس نے اس کے اتنے دن غیر حاضر رہنے کے متعلق کوئی استفسار بھی نہیں کیا تھا جس سے کاشف مزید تخمینے لگانے پر مجبور ہوا جارہا تھا۔
"اور میں۔۔۔ میرا کیا ہوگا۔۔۔ میرے بارے میں سوچا ہے۔۔۔ میرا دل کیسے لگے گا تمہارے بغیر۔" وہ جھلا کر بولا تھا۔ حبیبہ کی ایک بہن قطر میں ہوتی تھی اور اس کے شوہر کا شمار وہاں سیٹلڈ پاکستانی کمیونٹی کے رئیس بزنس مینوں میں ہوتا تھا۔ سیٹھ مجید نے جو دبئی میں بزنس سیٹ کیا ہوا تھا اس میں بھی اسی بہنوئی نے ان کی مدد کی تھی۔ وہ کافی اثرورسوخ والا آدمی تھا۔
"تمہارے بارے میں سوچ کر ہی تو یہ فیصلہ کیا ہے۔" حبیبہ نے اسی انداز میں کہا تھا۔
"میں چاہتی ہوں تم دبئی والا سارا بزنس خود سنبھالو۔ میں اس جھنجٹ سے نکلنا چاہتی ہوں۔" کاشف کی سانس میں سانس آئی۔ دبئی میں سارا پیسہ مجید کا تھا اور اس کی موت کے بعد سے حبیبہ نے وہ سب کاشف کے حوالے کررکھا تھا لیکن کوئی قانونی لکھت پڑھت کبھی نہیں ہوئی تھی۔
"تمہاری معاونت کے بغیر میں کچھ بھی نہیں کرپاؤں گا۔ تم یہیں رہوگی بس۔۔۔ میرے پاس۔۔۔ میرے قریب۔" اس نے کہا تھا۔ حبیبہ نے نفی میں سرہلایا۔
"میں صرف تین مہینے کے لیے ہی تو جارہی ہوں۔ واپس آجاؤں گی۔" حبیبہ نے اسے تسلی دی تھی، پھر اس کے بولنے کا انتظار کیے بغیر بولی۔
"وہاں جاکر دیکھتی ہوں کہ کون سا بزنس کیا جاسکتا ہے۔ میری بہن بیوٹی سیلون بنانا چاہتی ہے۔ وہ بتارہی تھی کہ کافی اسکوپ ہے وہاں اس بزنس کا۔ اس لیے تم میری ساری رقم واپس کردو۔" اس نے جتنا سادہ انداز میں ساری بات کی تھی' اتنی سادہ تھی نہیں۔
"ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ میں تمہیں پچاس ساٹھ ہزار دے سکتا ہوں۔" کاشف نے ٹانگ پر ٹانگ رکھی تھی، جب بات اس طرح غیروں کی طرح ہی ہونی تھی تو اسے بھی بے تکلف ہوکر بیٹھنے کی ضرورت کیا تھی۔ حبیبہ نے اسے گھورا۔
"پچاس ساٹھ ہزار میں تو دس دن بھی نہیں گزر سکیں گے قطر میں۔۔۔ مجھے سارا پیسہ چاہیے۔۔۔ اپنا پیسہ۔۔۔" اس نے "اپنا" پر سارا زور لگاتے ہوئے کہا تھا۔
"اپنا پیسہ۔۔۔؟" کاشف نے دہرایا، پھر وہ استہزائیہ انداز میں ہنسا تھا۔
"کون سا پیسہ؟" اس نے استفہامیہ انداز میں حبیبہ کا چہرہ دیکھا۔
"میں اس ایک کروڑ روپے کی بات کررہی ہوں، جو مجید نے تمہارے بزنس میں انویسٹ کیا تھا اور جس میں سے تم نے ایک ہزار بھی کبھی واپس نہیں کیا۔" حبیبہ نے دوٹوک انداز میں کہا تھا۔ کاشف کے چہرے کی طنزیہ مسکراہٹ گہری ہوئی۔



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

"سیٹھ مجید کی وفات کو تقریباً" ایک سال ہونے کو آیا ہے۔ اس دوران تمہارا گھر کیسے چل رہا ہے۔ کبھی یہ سوچا ہے تم نے۔۔۔ تمہارے چار ملازمین کی تنخواہیں، تمہاری گاڑی کا پیٹرول۔۔۔ آئے روز تمہاری عیاشیاں، مہنگے ہوٹلوں میں کھانا۔۔۔ قیمتی کپڑوں اور زیورات کی شاپنگ۔۔۔ ہمہ وقت تمہارا نوٹوں سے بھرا ہوا پرس۔۔۔ یہ سب کیسے اور کون پورا کر رہا تھا۔۔۔ اس وقت اپنا پیسہ کیوں یاد نہیں آیا تمہیں۔"

"کاشف تم گھما پھرا کر بات مت کرو۔۔۔ جو کہنا ہے صاف صاف کہہ ڈالو۔" حبیبہ نے بھی سرد مہر لہجہ اپنایا تھا۔

"صاف صاف بات یہ ہے کہ حبیبہ کہ پیسہ اس کا ہوتا ہے جو محنت کرتا ہے۔۔۔ جو محنت نہیں کرتا پیسہ اس کے ہاتھ سے پھسلنے لگتا ہے۔ مجید بھائی کی بہت عزت ہے میرے دل میں۔۔۔ انہوں نے بہت ساتھ دیا ہے میرا۔۔۔ اس بنا پر تمہاری بھی عزت کرتا ہوں میں۔۔۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں اپنی محنت کی کمائی اندھوں کی طرح تمہارے ہاتھ میں دے دوں۔۔۔ اس کاروبار کو اپنا خون پسینہ دیتا ہوں میں۔۔۔ جان توڑ محنت کرتا ہوں۔۔۔ اب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اس میں سے ایک کروڑ روپیہ نکال کر تمہارے ہاتھ پر رکھ دوں۔" وہ چپ ہوا تھا۔

"تم قطر چلی جاؤ۔۔۔ گھوم پھر آؤ۔۔۔ میں تمہیں نہیں روکوں گا۔۔۔ لیکن میں زیادہ سے زیادہ دو لاکھ دے دیتا ہوں تمہیں۔" وہ کندھے اچکا کر بولا تھا۔ حبیبہ نے ہونٹ بھینچ کر اسے دیکھا۔

"تمہیں کچھ اندازہ ہے۔ قطری دینار کتنے کا ہے۔ دو لاکھ کے تھوڑے سے دینار بنیں گے۔ میں وہاں شاورما کھانے نہیں جا رہی۔۔۔ بزنس کرنے جا رہی ہوں۔۔۔ دو لاکھ میں تمہیں دے دیتی ہوں۔۔۔ تم میرا بیوٹی سیلون سیٹ کر آؤ وہاں۔" حبیبہ کا انداز طنزیہ ہو گیا تھا، کاشف ہنسا۔

"تو پھر چپ چاپ یہاں میرے پاس رہو۔ میں ہر مہینے تمہیں پچاس ہزار دیتا رہوں گا۔ اتنا کافی رہے گا تمہارے لیے۔" اس نے آفر دی تھی۔ حبیبہ کو اس وجیہہ چہرے والے مرد کے اندر چھپے مکروہ شیطان پر بے حد غصہ آیا۔

"کاشف۔۔۔ میں کوئی بی گریڈ عورت نہیں ہوں۔ جسے پچاس ہزار مہینے پر باندھ کر اپنی عیاشی کے لیے بٹھا کر رکھ لو گے تم۔۔۔ اب تک تم مجھ پر جو بھی خرچ کرتے رہے وہ میرا حق تھا۔ میرے مرحوم شوہر نے اپنی ساری جمع پونجی تمہارے بزنس میں انویسٹ کر رکھی تھی۔ تم خیرات نہیں دیتے تھے مجھے۔" وہ انگلی اٹھا کر غرا کر بولی تھی۔

"یہ مجھے بتا رہی ہو تم؟" کاشف نے اسی کے انداز میں پوچھا تھا۔ اس کے چہرے پر پھیلی طنزیہ مسکراہٹ حبیبہ کو مزید غصہ دلا رہی تھی۔

"ہاں۔۔۔ تمہیں بتا رہی ہوں۔۔۔ تاکہ تمہیں یاد رہے کہ حبیبہ تم پر جو کچھ لٹا رہی تھی وہ سب۔۔۔ سب کا سب۔۔۔ محبت کے نام پر تھا۔۔۔ دولت کے نام پر نہیں۔۔۔ تمہارے چند ہزار روپوں کی خاطر تم پر نہیں مر مٹی تھی حبیبہ۔۔۔ تاکہ تمہیں یاد رہے کہ حبیبہ طوائف نہیں ہے۔۔۔ سنا تم نے۔۔۔ حبیبہ طوائف نہیں ہے۔" اس کے منہ سے الفاظ کے ساتھ دھواں نکلتا بھی محسوس ہو رہا تھا۔ کاشف نے پھر ایک جعلی قہقہہ لگایا۔

"حبیبہ طوائف نہیں ہے۔۔۔ واقعی۔۔۔" وہ اب اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ حبیبہ کا دل چاہا اس کا گلا دبا دے یا اس کی آنکھوں میں انگلیاں گھونپ کر اسے اندھا کر دے۔ وہ چند ثانیے اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔ اس چہرے پر کیسے مر مٹی تھی وہ۔۔۔ پھر اسے برداشت نہ ہو سکا تھا۔ اس نے ایک زوردار تھپڑ کاشف کے چہرے پر دے مارا تھا۔

پہلی خوب صورت دلفریب کہانی اپنے اختتام کو پہنچی تھی۔

☆ ☆ ☆



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

"شہرین باجی کی امی تو بڑی ہی بدتمیز ہیں جی۔" رانی نے پانی کا گلاس اماں رضیہ کی جانب بڑھاتے ہوئے ناک چڑھا کر کہا تھا۔ماں رضیہ نے بے چینی اور بے بسی سے چور انداز میں اسے دیکھا۔ان کے اندر اتنی ہمت نہیں تھی کہ اسے ٹوک دیتیں۔انہوں نے ٹانگیں پھیلاتے ہوئے پانی کے ساتھ گولی نگلی تھی۔رانی ان کے بستر پر بیٹھ گئی تھی۔گھر کے ملازمین بھی آج تو الجھے الجھے سے نظر آتے تھے لیکن اماں رضیہ کا دل بہت ہی بوجھل تھا۔آج کی تقریب کے لیے گھر کی مالکن کا جوش وولولہ ان سے چھپا نہیں تھا۔انہوں نے ایک ایک چیز پر شہرین کو پیسہ پانی کی طرح بہاتے دیکھا تھا اور پھر جس طرح وہ یہ سب کرتے ہوئے خوش اور مطمئن نظر آتی تھی یہ بھی ان سے ڈھکا چھپا نہیں تھا لیکن جو کچھ ہوا تھا اس کا تو کسی کو اندازہ بھی نہیں تھا۔شہرین کا اترا ہوا بجھا ہوا چہرہ ان کی نظروں کے سامنے سے ہی نہیں ہٹ رہا تھا۔

وہ بہت دکھی تھیں اگر گھر کی عام ملازمہ ہوتیں تو شاید دو باتیں کر کے' تقریب کے اس طرح خراب ہو جانے پر مرچ مسالے لگا کر افسوس کرتیں اور سو جاتیں لیکن چونکہ وہ صرف ملازمہ نہیں تھیں۔وہ خود کو گھر کے مالکوں میں بھی شمار ہوتی تھیں۔انہوں نے سمیع کو بھی پالا تھا اور اب اس کی اولاد کو بہت محبت سے پال رہی تھیں۔شہرین سے بھی لگاؤ رکھتی تھیں۔اس بدقسمت جوڑے کی ایک ایک بات ان کے سامنے عیاں تھی۔وہ ماں نہیں تھیں لیکن ان کے دل میں اس گھر کے مالک کے لیے ماؤں جیسا ہی پیار تھا' سو تکلیف بھی ان کی حد سے سوا تھی۔سب پھیلاوا سمیٹ کر اب وہ اپنے بستر پر آئی تھیں۔سر درد کی دوا لی تھی اور اب رانی سے پاؤں دبوا رہی تھیں۔

"یہ ایسی ہی بدزبان ہیں شروع سے... ایک دو بار ہی ملی ہوں ان سے... لیکن جب بھی ملی ہوں کبھی اچھی نہیں لگیں مجھے... پتھر دل والی عورت ہے۔" اماں رضیہ نے سرہانے سے سر ٹکا کر بازو آنکھوں پر رکھا۔

"اماں... صرف پتھر دل نہیں... بہت بڑے والے پتھر دل والی عورت... ایمن کے بارے میں کیسے کہہ رہی تھی اور سمیع بھائی کو تو ایسے گھور رہی تھی جیسے کچا کھا جائے گی۔" رانی کو اپنی رائے درمیان میں دینے کا بہت ہی شوق تھا۔

"چل تو چپ کر کے اپنا کام کر... زیادہ مت بولا کر بہات میں..." اماں رضیہ اکتا کر بولی تھیں۔ان کے دل میں بھی غبار جمع تھا لیکن کیا کرتیں رانی کے سامنے زیادہ بات بھی نہیں کر سکتی تھیں۔

"میرا دل تو اسی وقت بولنے کو چاہ رہا تھا... جب وہ موٹی بھینسیں سمیع بھائی کو کوس رہی تھیں... بھلا اپنے داماد کو بھی ایسے کہتا ہے کوئی... توبہ توبہ..." رانی ان کے پاؤں دباتی ہوئی سابقہ انداز میں بولی تھی۔

"کہہ تو رہی ہوں ایسی ہی ہیں وہ... شہرین کے خاندان والوں نے کبھی اس شادی کو قبول ہی نہیں کیا۔سمیع کو کبھی وہ رتبہ ہی نہیں دیا جس کا وہ مستحق ہے... بتاؤ ہیرے جیسا بچہ... چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نا ملتا لیکن ان کو قدر ہی نہیں... کیسے گالیاں دے رہی تھی بے چارے بچے کو..." اماں رضیہ تاسف بھرے لہجے میں بولی تھیں۔

"سمیع بھائی تو بالکل فرشتہ صفت ہیں۔ایسے داماد ہمارے جیسے گھروں میں ہوں تو سا ئیں پاؤں دھو دھو کر پئیں۔" رانی نے سارا زور ان کے پاؤں پر لگاتے ہوئے کہا تھا۔اماں رضیہ نے ناگواری سے اس کے انداز کو دیکھا۔

"چل... رانی تو بھی مبالغہ آرائی کی حد ہی کر دیا کر... جہالت کی پوٹلی... مت بولا کر یہ محاوروں کی زبان... بجتی نہیں ہے تجھ پر... کون پیتا ہے کسی کے پاؤں دھو دھو کر..." وہ جھنجلائی تھیں۔

"سچ کہہ رہی ہوں اماں... میری بہن کا خاوند ہے' اتنا مارتا ہے میری بہن کو... کپڑا لتا تو کیا لے کر دیتا ہے... دو



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

وقت کھانے کو بھی ترسا کر دیتا ہے۔ مگر جب بھی ہمارے گھر آتا ہے میری ماں کا بس نہیں چلتا کہ اس کے لیے اپنا دل ہی نکال کر رکھ دیں۔ اس کے لیے بوتل، پھل سب منگوائے گی۔ آپ خود سوچیں اماں سمیع بھائی جیسا داماد ہو میری ماں کا تو پاؤں دھو دھو کر ہی پیے گی نا۔" رانی نے اب کی بار اپنے الفاظ پر زیادہ اور ان کے پاؤں پر مناسب سا زور دیا۔

اماں رضیہ نے سر ہلایا۔

"داماد کی عزت تو کرنی ہی چاہیے۔۔۔ ہمارے گھروں میں بھی اسی طرح ہوتا بھئی۔۔۔ داماد کو گھر کے بیٹوں سے بڑھ کر پیار اور تکریم دی جاتی ہے لیکن سمیع کی تو قسمت ہی خراب ہے۔ بہت بغض پال رکھا ہے شہرین کی ماں نے اپنے دل میں۔" اماں رضیہ نے ناک چڑھا کر کہا تھا۔

"لیکن اماں کیوں۔۔۔ اتنی نفرت کیوں کرتے ہیں شہرین باجی کے گھر والے سمیع بھائی سے۔" وہ ان کے مزید قریب ہو کر ٹوہ لینے والے انداز میں پوچھ رہی تھی۔

"ارے دونوں طرف یہی صورت حال ہے۔ سمیع کے گھر والے کون سا کم ہیں کسی سے۔۔۔ انہوں نے بھی شہرین کو ہر جگہ بے عزت ہی کیا ہے۔ سمیع کی ماں نے کبھی بیٹی کہہ کر نا دیا ہوگا بے چاری بچی کو۔۔۔ نندیں بھی بھاوج کی رتی برابر عزت نہ کرتی تھیں۔ روز کا جھگڑا فساد تھا۔ اسی لیے تو سارا گھر چھوڑ چھاڑ یہاں آ گیا بیوی کو لے کر۔۔۔"

"لیکن کیوں اماں۔۔۔ ایسا کیوں۔۔۔" رانی کا تجسس عروج پر تھا۔ اس نے ان کی بات کاٹ کر سوال کیا تھا۔ ماں رضیہ بھی اپنی دھن میں سب بتا دینے پر تیار تھیں آج۔۔۔ حالانکہ وہ پہلے بھی باتوں باتوں میں رانی کو بتا چکی تھیں لیکن اس کے سوال پر پھر سے بولنے لگیں۔

"دونوں گھر راضی نہیں تھے اس شادی پر۔۔۔ پہلے دن سے قبول نہیں کیا دونوں خاندانوں نے ایک دوسرے کو۔۔۔ ادھر والے پٹھان تھے۔۔۔ ادھر والے پنجابی۔۔۔ بس یہی رونا تھا۔۔۔ ورنہ تو دونوں مسلمان۔۔۔ فرقہ مسلک کی بھی کوئی لڑائی نہیں۔۔۔ مال مرتبے میں بھی ایک برابر تھے۔۔۔ بچے بھی ایک دوسرے کے جوڑ کے تھے۔ یہ ہیرا تھے تو بچی بھی کندن جیسی تھی۔۔۔ بچوں کی ضد پر مجبور ہو کر بیاہ تو کر دیا لیکن دوبارہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے کو تیار نہیں ہوئے۔ سمیع کے گھر والے شہرین کو کوسنے دینے سے باز نہیں آتے اور یہاں سمیع کو شہرین کے خاندان والوں کی الٹی سیدھی سننے کو ملتی رہتی ہیں۔ چار سال گزر گئے لیکن دلوں میں کشادگی ناپید ہو گئی دونوں طرف۔۔۔" اماں رضیہ نے تاسف سے گردن ہلائی۔۔۔ وہ تو ہر واقعے اور ہر رنجش کی وجوہات سے واقف تھیں۔ رانی نے بھی سر ہلایا۔

"اس کا مطلب ہے اماں آپ پڑھے لکھے مال دار لوگوں کے مسئلے مسائل بھی ہم جیسے ان پڑھ غریب کمی کمینوں والے ہی ہوتے ہیں۔" وہ اپنی رائے دے رہی تھی۔ اماں رضیہ کو اس کی رائے بڑی ناگوار گزری۔

"ارے ہاں بہن ہاں۔۔۔ سچ کہہ رہی ہے تو۔" انہوں نے ناپسندیدگی سے کہا تھا۔ رانی افسوس سے سر ہلاتے ہوئے ان کے پاؤں دبانے لگی تھی۔

Downloaded Fom
Paksociety.com

☆

"میرا قصور کیا ہے شہرین؟" سمیع کے لہجے میں اس کے سوال سے بھی زیادہ چبھتا ہوا تجسس تھا۔ شہرین نے پیشانی میں اٹھنے والی چبھن کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی ساری نگاہ ہاتھوں کی انگلیوں کی جانب مبذول رکھی۔ اس کا دل بالکل ٹوٹ چکا تھا اور ہمیشہ کی طرح اس کے دل کا حال اس کے چہرے پر لکھا تھا۔ آنکھیں نہ رونے کے باوجود



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

اتنی سرخ تھیں کہ لگتا تھا گھنٹوں روتی رہی ہے۔ یہ دگرگوں حالت صرف اس کی ہی نہیں تھی۔ سارا گھر سناٹے میں ڈوبا تھا۔ کیٹرنگ والے اپنا سامان سمیٹ کرلے جاچکے تھے اور ملازمین نے بھی سب پھیلاوا سمیٹ کر اپنے اپنے مسکن میں پناہ لے لی تھی۔ وہ دن جس کو خوب صورت بنانے کی خاطر اتنے دن صرف کیے گئے تھے وہی دن عجیب بدصورتی میں گزر گیا تھا۔ شہرین کی امی اور اس کی بہنوں کے کوسنوں طعنوں اور بددعاؤں نے سارے ماحول کو اتنا داغ دار کردیا تھا کہ کوئی مہمان بھی زیادہ دیر نہیں رکا تھا۔ ان کے واویلوں کے بعد اگرچہ کھانا فوراً" سرو کردیا گیا تھا لیکن پھر بھی کسی سے ٹھیک سے کھایا ہی نہیں گیا اور چونکہ بچے زیادہ اور ان کے لیے ہی گیمز وغیرہ کا اہتمام بھی تھا لیکن بچوں کے شور سے شہرین کے سر میں جو درد اٹھا تو پھر اس سے بیٹھا ہی نہیں گیا۔ وہ سمیع کو بتا کر اپنے کمرے میں آگئی تھیں اور پھر جن کو پتا نہیں چلا تھا ان کو بھی اندازہ ہوگیا کہ کچھ گڑبڑ ہوئی ہے۔ سارا ماحول ہی الٹ پلٹ کر ہو کر رہ گیا تھا سب ہی مہمان صورت حال کی نزاکت کو بھانپ کر دھیرے دھیرے اجازت لے کر چلے گئے تھے۔ سمیع کا خفگی اور غصے کے مارے برا حال تھا۔ سب کو رخصت کرکے وہ کمرے میں آیا تو پھر عادت کے برعکس شہرین پر برس پڑا تھا۔

"میری نفرت میں تمہارے گھر والے اتنا گرجائیں گے۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ تمہارے گھر والے مجھ سے اتنی نفرت کیوں کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے مہمانوں کی موجودگی کا بھی خیال نہیں کیا۔ آخر کیوں... انہیں ترس نہیں آتا ہم پر۔ میری بچی کی پہلی خوشی تھی... پہلی۔ چار سالوں میں پہلی بار اس کے لیے یہ سب ارینج کیا تھا ہم نے... کس لیے؟ اس لیے کہ وہ آئیں اور جھولی بھر بھر کر میری بیٹی کو بددعائیں دے کر جائیں... میری ننھی سی بیٹی کے بارے میں ایسی ایسی غلیظ باتیں کرکے جائیں... اس لیے...؟" وہ بے بسی سے چور لہجے میں چلا رہا تھا۔ شہرین نے شادی کے بعد پہلی بار اسے اس طرح چلاتے ہوئے دیکھا تھا لیکن وہ بالکل برف کی طرح سرد ہوئی بیٹھی تھی۔ اس کے وجود میں ذرا سی بھی جنبش نہیں ہو رہی تھی۔

"میں نے کیا کردیا ہے ایسا کہ وہ مجھے معاف کرنے کو تیار نہیں... کیا تم سے شادی میرا گناہ ہے شہرین... کیا میں نے تمہیں گھر سے بھگا کر شادی کی تھی... تمہارے گھر میں گھس کر تمہیں اٹھا کر لے آیا تھا... ایسی کون سی کالک مل دی تھی ان کے منہ پر... کیا تمہیں پسند کرنا میرا گناہ ہے... یا میرے نام کے ساتھ لگا "لاحقہ" میرا گناہ ہے۔ اتنی سی بات ہے نا کہ تم شہرین خان تھیں اور میں سمیع رندھاوا... صرف اتنی سی بات نا... جسے وہ بھول نہیں پاتے... ذات پات برادری شملہ پگڑی ان سب چیزوں کی بہت حرمت ہے ان کے دل میں لیکن بیٹی... بیٹی کا شوہر... نواسی... ان کا کوئی احساس نہیں انہیں... اور پھر یہ سب دنیا کی چیزیں ہیں جو انسان کی آسانی کے لیے بنائی گئی ہیں نا کہ انسان کی گردن کے گرد طوق لٹکانے کے لیے... مرنے کے بعد تو ان کی بھی حیثیت نہیں رہے گی... قبر میں کون شناختی کارڈ مانگے گا... یہیں رہ جائے گا سب... لیکن تمہارے گھر والے یہ بات بھولتے ہی نہیں... ان کے لیے میں پنجابی ہوں تو سمجھو گلی کا کتا ہوں... مجھ سے جب ملیں گے، مجھے ذلیل کریں گے... میری بیٹی کو بددعائیں دیں گے۔"

وہ برس رہا تھا۔ وہ اسے طعنے نہیں دے رہا تھا لیکن اس کے دل میں جو غبار جمع تھا وہ اسے نکالے بغیر رہ نہیں پا رہا تھا۔ شہرین کو اس کے الفاظ اور انداز کچھ بھی برے نہیں لگ رہے تھے۔ وہ صحیح ہی تو کہہ رہا تھا۔ اس کے گھر والے صرف ذات برادری کے فرق کی وجہ سے ان کے رشتے کے خلاف تھے، پھر اس کی ضد سے عاجز آکر شادی تو کردی لیکن معافی نہیں دی۔ وہ بیٹی کی جائز خواہش کو بیٹی کے گناہ کے طور پر یاد رکھتے تھے۔

"میں تنگ آچکا ہوں ان سب سے... جب بھی ملتے ہیں دل پر وار کرتے ہیں... کیا کوئی ایسے بھی بددعائیں دیتا



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہے کسی کو۔۔۔ میں ذہنی طور پر تھک گیا ہوں شہرین۔ صرف ان لوگوں کی ان باتوں کی وجہ سے میں ایمن سے بھی دور ہوتا جاتا ہوں۔۔۔ مجرم سمجھنے لگا ہوں اپنے آپ کو۔۔۔ اسے کبھی گود میں اٹھالوں تو ڈر جاتا ہوں کہ کہیں میرے حصے کی بددعائیں اسے نا کھا جائیں۔ تمہیں کہا تھا کہ چھوڑو یہ برتھ ڈے پارٹی وارٹی۔۔۔ ہمارا کوئی نہیں ہے۔ جو ہماری خوشی میں خوش ہو۔۔۔ لیکن تمہیں شوق اٹھا تھا کہ نہیں۔۔۔ لوگ کہتے ہیں ہمیں اپنی بیٹی سے پیار نہیں ہے۔ دیکھا اب کیسے تحفے ملے بیٹی کو۔۔۔ کیسے کیسے الفاظ استعمال کیے انہوں نے میری چھوٹی سی بچی کے لیے۔"

وہ اب کی بار چلا نہیں رہا تھا لیکن اس کا لہجہ بے حد لاچار تھا۔ جو کچھ بھی ہوا تھا وہ ان دونوں کے اعصاب کے لیے بہت زیادہ تھا۔ ہر حال میں پرسکون رہنے والا سمیع بے سکونی کی عجب کیفیت سے گزر رہا تھا۔ شہرین نے نظریں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔ وہ اسے کبھی وہ خوشی نہیں دے پائی تھی جس کا وہ مستحق تھا۔ وہ اپنی بیٹی کو بھی وہ محبت نہیں دے پائی تھی جس کی وہ متقاضی تھی۔ اس کے دل میں ہوک سی اٹھی۔ اس نے کتنی محبت سے آج کے دن کو ایمن کے لیے اسپیشل بنانے کے لیے ہر ممکن اقدامات کیے تھے اور نتیجہ کیا نکلا تھا۔ اس نے اپنی انگلیوں کو مسلا۔ وہ رونا نہیں چاہتی تھی' کیونکہ وہ جانتی تھی اس وقت اس کے آنسو سمیع کے غصے کو بھڑکا دیں گے لیکن ملال دکھ اور پچھتاوا اس کی آنکھوں سے یک دم پانی بن کر بہنے لگا تھا۔ سمیع نے اس کی جانب دیکھا اور توقع کے عین مطابق اس کی پیشانی پر تیوریوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تھا۔

"تم رو کیوں رہی ہو۔۔۔ رونا تو مجھے چاہیے۔۔۔ میں۔۔۔" وہ الفاظ کی کمی کا شکار ہوا تھا اور اس کے یہ چند الفاظ شہرین کا مزید حوصلہ بہا لے گئے تھے۔ وہ سسک سسک کر رونے لگی تھی۔

"میں ہمیشہ تمہارے لیے دکھ کا باعث بنتی ہوں نا۔۔۔ کاش میں تمہاری زندگی میں آئی نہ ہوتی۔۔۔ کاش میں نے تم سے شادی ہی نہ کی ہوتی۔" وہ روتے روتے بول رہی تھی۔

"شہرین خدا کا واسطہ۔۔۔ یہ دیکھو میں ہاتھ جوڑتا ہوں تمہارے آگے۔۔۔ تمہیں اگر یہ شادی تمام مسئلوں کی جڑ لگتی ہے تو ختم کر دیتے ہیں اسے۔۔۔ چھوڑ دو مجھے۔۔۔ جانا چاہتی ہو اپنے ماں باپ کے پاس تو چلی جاؤ۔۔۔ میں رہ لوں گا اکیلا لیکن میرے صبر کا امتحان مت لو۔ مرے ہوئے کو کون مارتا ہے بھلا۔" وہ تڑپ کر بولا تھا۔

شہرین نے اس کا چہرہ دیکھا' جہاں خفگی اور غیض کے وہ رنگ بکھرے تھے جو اس نے اس چہرے پر پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ اس کے دل میں درد کی نئی لہر اٹھی اور یک دم اس کا سر چکرایا تھا۔ درد کا اتنا تیز جھٹکا لگا تھا اسے کہ وہ خود کو کراہنے سے روک نہیں پائی تھی۔ ایک لمحے کے لیے درد تھما اور پھر ایک اور جھٹکا لگا اور اب کی بار یہ اتنا شدید تھا کہ وہ مزید زور سے چلائی۔ سمیع نے اس کی جانب دیکھا۔

"اب کرلو اپنی طبیعت خراب۔۔۔ شروع ہو گیا نا سر میں درد۔۔۔ اسی لیے منع کر رہا تھا میں۔۔۔ صرف اسی لیے۔۔۔" وہ اکتا کر بولا تھا شہرین سے لیکن شہرین سے کچھ نہیں بولا گیا تھا۔ اسے ایسے درد کے جھٹکے پہلے کبھی محسوس نہیں ہوئے تھے۔ اس نے دونوں ہاتھوں میں سر تھم لیا۔ سمیع کو تب ہی صورت حال کی سنگینی کا احساس ہوا تھا۔

"کیا بہت زیادہ درد ہے۔۔۔ اچھا چھوڑو۔۔۔ مت سوچو کچھ۔۔۔" وہ اس کے قریب آیا تھا اور اسے دونوں بازوؤں سے تھامنا چاہا تھا لیکن وہ اس کی بازوؤں میں جھول گئی تھی۔

"شہرین۔۔۔ شہرین۔۔۔" سمیع نے چلا کر اسے پکارا تھا۔ وہ اپنے ہوش کھو رہی تھی۔ صورت حال سمیع کی توقع سے زیادہ سنگین تھی۔

☆ ☆ ☆

"تمہارا۔۔۔"



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

وہ اپنی اسائنمنٹ کا کام مکمل کر کے سونے کی تیاری کر رہی تھی' جب امی کی آواز سنائی دی۔ اس نے وال کلاک کی جانب دیکھا۔ ساڑھے گیارہ ہو رہے تھے۔ امی اور ابا دونوں ہی جلدی سونے کے عادی تھے۔ وہ اور زری جاگتی رہتی تھیں لیکن زری آج جلدی سو گئی تھی۔ وہ جو بستر پر نیم دراز سی تھی امی کی آواز سن کر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"جی امی۔۔۔" اس نے فوراً" جواب دیا تھا۔ امی کا مزاج سارا دن خراب نہ دیکھ چکی ہوتی تو شاید اتنی مؤدب ہو کر کبھی نا دکھاتی۔

"جاگ رہی ہو؟" وہ پوچھ رہی تھیں۔ نینا نے ان کی جانب بغور دیکھتے ہوئے سر ہلایا۔ وہ صبح کی نسبت اب بالکل ٹھیک لگتی تھیں۔ چہرے پر سوچوں کا جال تو بکھرا نظر آتا تھا لیکن اداسی اور رنجیدگی کے رنگ غائب تھے۔ نینا نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا۔

"جی۔۔۔ سونے ہی لگی تھی۔ آپ سنائیں' آپ کے مجازی خدا کا مزاج شریف درست ہو گیا۔" وہ شرارت بھرے لہجے میں سوال کر رہی تھی۔ امی نے اسے دیکھا' پھر انہیں افسوس ہوا۔ دلی افسوس۔۔۔ وہ اپنے باپ کے متعلق کس قدر بدگمانی کا شکار رہتی تھی کہ ان کے بارے میں بات کرتے ہوئے ایک لاتعلقی اس کے انداز پر چھائی رہتی تھی اور انہوں نے محسوس کیا تھا کہ جب بھی کبھی وہ غصے میں آتے تھے یا ناراضی کا اظہار کرتے تھے اس روز نینا کی ہنسی سارے گھر میں گونجتی رہتی تھی۔ بات بات پر ہنسی کا فوارہ منہ سے پھوٹتا رہتا تھا۔ وہ نہ جانے ایسی کیوں تھی۔ اسے باپ کو زچ کرنے میں لطف آتا تھا۔ وہ ان کی بے بسی کا مزہ لیتی تھی اور یہ بحیثیت ماں ان کی بہت بڑی ناکامی تھی۔ اسی لیے وہ اس وقت اس کے کمرے میں آئی تھیں۔

"تمہیں اچھا لگتا ہے اپنے ابا کے بارے میں اس طرح بات کرنا۔" انہوں نے سوچا نہیں تھا کہ گفتگو کی ابتدا ایسے کریں گی یا اس کے پاس بیٹھتے ہی اسے ٹوکیں گی لیکن وہ سرزنش کیے بنا رہ نہیں سکی تھیں۔

"میں نے بادشاہ سلامت کی شان میں کون سی گستاخی کر دی ہے امی۔۔۔ میں تو بس پوچھ رہی تھی۔" اس نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی' کیونکہ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ سیل فون آجانے کے بعد سے لینڈ لائن کا استعمال بہت ہی کم ہو گیا تھا۔ یہ فون خال خال ہی بجتا تھا' اس لیے اس کا بجنا پریشان بھی کر دیتا تھا۔ ویسے بھی رات کے بارہ بج رہے تھے۔

"اس وقت کس کا فون ہو سکتا ہے؟" امی نے بستر سے اٹھتے ہوئے خود سے سوال کیا تھا۔ وہ فون اٹھانے کے لیے کمرے سے باہر نکلی بھی نہیں تھیں کہ گھر کا دروازہ بجنے لگا۔ اب کی بار نینا بھی چھلانگ لگا کر بستر سے اتری۔ فون کی گھنٹی بند ہو گئی تھی۔

"خالہ دروازہ کھولیں۔۔۔ میں ہوں علیم۔۔۔" دستک کے ساتھ آواز بھی آئی تھی۔ امی نے جھری سے دیکھتے ہوئے دروازہ کھول دیا تھا۔

"خالہ آپ کو امی بلا رہی ہیں۔" وہ اندر آتے ہوئے بولا تھا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے اثرات نمایاں تھے۔

"اللہ خیر کرے سب ٹھیک ہے نا؟" امی بھی بدحواس سی ہوئی تھیں۔

"نوشی باجی کو اسپتال لے کر گئے ہیں۔۔۔ باتھ روم میں پھسل گئی تھی۔۔۔ ایمرجنسی میں ہے۔" علیم کی آواز میں کپکپاہٹ سی تھی۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

✲ ✲

For Next Episode Stay Tuned To
Paksociety.com
READING Section



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY